ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

آئینہ صفاتِ الٰہیہ

چونکہ آنحضرت صلعم اپنی پاک باطنی اور انشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا وتوکل ووفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلی واصفیٰ تھے اس لئے اللہ جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین وآخرین کے سینہ ودل سے فراخ تر پاک تر ومعصوم تر وروشن تر وعاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین وآخرین کی وحیوں سے اقویٰ واکمل وارفع واتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ (سرمہ چشم آریہ، ص ۲۰۔۲۱ حاشیہ)

اداریہ

حضرت مولانا محمد علیؒ نے جس پودے کی حفاظت کی ہمیں اسے پروان چڑھانا ہے

13 اکتوبر کا دن احمدیت کے لئے وہ بھاری اور بوجھل دن ہے کہ حزن و ملال کے زخم دوبارہ تازہ ہو جاتے ہیں۔ اس دن مسیح موعودؑ کی تربیت کا شاہکار وہ بطلِ جلیل جس نے قرآن کریم اور دین اسلام کی روشن اور حقیقی تصویر کا ہر شاندار پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا اور مسیح موعودؑ کی جماعت کو گمراہی کی کھائی میں گرنے سے نہ صرف بچایا بلکہ آپؑ کے اصل مقام و منصب سے روشناس کروایا اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

حضرت مولانا محمد علیؒ نے 1902ء سے حضرت مسیح موعودؑ کے زیر ہدایت خدمت دین کا کام شروع کیا، ابتداء میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ دین کا پیغام مغربی دنیا میں پہنچایا۔ پھر قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے ذریعہ نہ صرف انگریزی بلکہ ان نوتعلیم یافتہ لوگوں کو جن کا ایمان قرآن کریم سے اٹھ چکا تھا، نورِ ایمان سے منور کیا، اُردو ترجمہ قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اور کئی مختلف مسائل پر انگریزی اور اردو کتابیں لکھ کر مسیح موعودؑ کے مشن کو تکمیل تک پہنچایا، جس کی وجہ سے حضرت مولاناؒ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شہرت دنیا میں پھیل گئی اور تمام دنیا میں دینی مسائل کے متعلق آپ کو سند مانا جانے لگا۔ یہ سب کچھ ان انفاس طیبہ کا نتیجہ تھا جو مسیح وقت نے آپ کے اندر پھونکے۔ جس کا آپ نے ہمیشہ اعتراف کیا چنانچہ انگریزی اور اُردو قرآن کے دیباچوں میں اس کا کھلا ذکر موجود ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کے علمی و روحانی اثرات آپ کے اندر اس قدر سرایت کر گئے کہ آپ کے وجود میں بھی مجددیت کا رنگ پیدا ہو گیا۔

1914ء میں حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر مسیح موعودؑ کی جماعت ایک ایسے گڑھے میں گرنے والی تھی جہاں اس کی اصل حیثیت اور مسیح موعودؑ کی صحیح پوزیشن بگڑ کر کچھ کا کچھ بن جاتی، اس وقت آپ نے جماعت کی غالب اکثریت کی مخالفت اور طرح طرح کے خطرات کا سامنا کرتے ہوئے ایک ایسی آواز اٹھائی جس کو دنیا نے حیرت سے سنا اور آپ کی ہمت و جرات پر آفرین کہے بغیر نہ رہ سکی وہ آواز یہ تھی کہ مسیح موعودؑ کا دعوےٰ نبوت نہیں، آپ کو نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا، نبوت ختم ہو چکی اور خاتم النبیین صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا اجراء ناممکن ہے۔

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ ایک بیدار مغز انسان تھے، عزم راسخ کے مالک اور یقین محکم کا پیکر تھے، ان کے ایمان و یقین کو دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ متزلزل نہ کر سکا۔ اس عزم راسخ کو کہ یورپ امریکہ میں دینی مشن قائم کئے جائیں، دینی لٹریچر اور تراجم قرآن دنیا میں پھیلائے جائیں بڑی سے بڑی مخالفت توڑ نہ سکی، یہاں تک کہ کئی موقعوں پر سخت ترین مالی مشکلات کی وجہ سے ان کاموں کا کرنا ناممکن ہو گیا، لیکن آپ کے عزم راسخ اور پیہم مساعی نے ان کو دور کر دیا، یہی عزم راسخ اور یقین و ایمان آپ نے جماعت کے اندر پیدا کیا اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ جس کام کو لے کر آپ اٹھے تھے اس کو تکمیل تک پہنچا کر کامیاب اس دنیا سے گئے، ایسی ہستیاں بہت کم دنیا میں پیدا ہوتی ہیں۔

یاد رکھیئے! خدا کے کاموں میں کوئی شریک نہیں، بڑے سے بڑا انسان دنیا سے گذر جاتا ہے خدا کے کام چلتے رہتے ہیں، جس کام کو لئے آپؒ کھڑے ہوئے تھے وہ صرف حضرت مولانا محمد علیؒ کا ہی نہ تھا، وہ خدا کا کام تھا اور ہے اور ہم میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے اور ان کے بعد مولانا محمد علیؒ نے جس انجمن کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا وہ انجمن اب بھی موجود ہے اور بفضل الٰہی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ اس کام کو چلا رہی ہے کسی قسم کی مایوسی کا شکار ہونے کی کوئی وجہ نہیں نہ وسوسوں پر کان دھرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ اس صحابیؓ کے قول کو پیش نظر رکھیں جس نے رسول اللہ صلعم کی شہادت کی غلط خبر سن کر بڑی جرات کے ساتھ کہا ''آؤ ہم بھی اس مقصد کے لئے لڑیں جس مقصد کے لئے حضرت نبی کریم صلعم لڑتے تھے'' آیئے ہم سب مولانا محمد علیؒ کے نقش قدم پر چلیں۔

خطبہ نکاح دختر ملک بشیر اللہ خان راسخ

از: حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ یکم اکتوبر 2016ء بروز ہفتہ بمقام راولپنڈی

میں نے قرآن کریم کے تین مقامات سے چار آیات کی تلاوت کی ہے جو رسول کریم صلعم ہر نکاح میں پڑھا کرتے تھے۔ انہیں آیات کو ہر فرقہ نکاح کے وقت تلاوت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو 'عبدہٗ' اور 'رسولہٗ' کہا گیا ہے کیونکہ وہ اللہ کے بندے ہیں اس لئے وہ ہم سب کے لئے بندگی کا نمونہ ہیں۔ اگر ہم ان کے نمونہ کی اتباع نہ کریں تو پھر ہم اسلام سے الگ ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کو پہلے عبد اور پھر رسول کہا ہے۔ آپ پر تمام رسالت اور نبوت ختم ہوچکی اور آپ کی عبدیت ہمارے لئے نمونہ رہے گی۔ آپ کی رسالت اور آخری نبی ہونے پر ہر مسلمان کے لئے ایمان لانا اسلام پر رہنے کی بنیاد ہے۔ رسول کریم صلعم کی عبدیت پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے کہ پہلے مذاہب نے اپنے انبیاء کو خدائی کا درجہ دے دیا لیکن رسول کریم صلعم کو عبد کہہ کر خدا تعالیٰ نے یہ نمونہ تاقیامت ہم سب کے لئے چھوڑ دیا اور اسی نمونہ کی اطاعت کرتے ہوئے آج ہم نے اس نکاح میں وہی آیات پڑھیں جو آپ صلعم پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ "نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ مین سے نہیں ہے۔" اس لئے آج کا نکاح آپ کی اتباع میں پڑھایا جارہا ہے۔ آیئے ہم سب مل کر خاتم النبیین پر درود شریف بھیجتے ہیں۔

(تمام شرکاء نے باآواز بلند نبی کریم صلعم پر درود شریف بھیجا)

ان آیات میں سے دو کو یا ایھا الذین امنو سے شروع کیا اور ایک کو یاایھا الناس سے۔ ان تینوں آیات میں ایک چیز مشترک ہے وہ یہ ہے کہ "**اللہ کا تقویٰ کرو**" جہاں بھی کوئی فیصلہ ہو اور سب سے بڑا فیصلہ شادی کا ہے۔ اس فیصلہ میں اگر تقویٰ کی کمی ہے تو پھر نہ اس شادی میں برکت ہوتی ہے اور نہ وہ کامیاب ہوتی ہے۔ اسی لئے ان آیات کا اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے رسول کریم صلعم نے نکاح میں پڑھنے کا انتخاب کیا۔

ان آیات پر میں روشنی ڈالتا ہوں کیونکہ یہ نکاح نہ صرف ان دو بچوں کے لئے ایک سبق بلکہ یہ تمام لوگ جو ادھر بیٹھے ہیں ان کے لئے بھی درس اور یاددہانی ہے۔ کیا پتہ ہم اپنی زندگیوں میں وہ نہ کر پاتے ہوں جو اللہ اور اس رسول صلعم کا حکم ہے۔ آج یاددہانی ہوتی ہے، ایک سبق ملتا ہے اور پھر اتنے گواہوں کے سامنے فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ بچے آپس میں شادی کررہے ہیں گو کہ دو ہی گواہوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور یہی رسول کریم صلعم کی ہدایت ہے کہ شادی کا اعلان کیا جائے تاکہ کل کو لوگ انگلی نہ اٹھا سکیں۔؟

پہلی تلاوت کردہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "**اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور تم نہ مرو ایسی حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو۔**" (سورۃ آل عمران 102)

یہ آیت سورۃ آل عمران سے ہے۔ اس سورۃ میں حضرت مریمؑ کا ذکر آتا ہے۔ جو کہ تمام خواتین کے لئے پاکیزگی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اس آیت کا انتخاب اس لئے بھی کیا گیا کہ جو بیویاں ہیں وہ اپنے خاوندوں کے ساتھ پاکیزہ زندگی بسر کریں۔

تقویٰ کا مفہوم میں یوں بیان کرتا ہوں کہ تقویٰ قرآن کریم کے تمام احکامات کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ہے اور ان تمام احکامات میں جس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ ان سے منع رہنا اور جو کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ کرو جیسا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے کیونکہ کسی کو اپنی موت کا پتہ نہیں۔ اس لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں

زندگی گزارنا اور قرآن کریم کی تعلیم میں زندگی بسر کرنا ہم سب کا فرض بن جاتا ہے اور آج کے نکاح کا جو سبق ہمارے سامنے شیشہ کے مانند ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں کہ ہم اپنی شادی شدہ زندگیوں میں تقویٰ اختیار کیے ہوئے ہیں یا نہیں؟

سورۃ النساء میں خواتین کے حقوق، ان کی وراثت اور خاوندوں اور بیویوں کے حقوق کا ذکر آتا ہے۔ یہ تمام حقوق عورتوں کو اسلام سے پہلے نہیں ملا کرتے تھے، بیوی کو خاوند کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ یہ دین اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ دونوں کو برابر کے حقوق دیئے ہیں اور ان پر ہم نے عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم سب کو ایک ہی نسل سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اللہ کے حقوق کی جس کے ذریعہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحموں کی نگہداشت کرو اللہ تم پر نگہبان ہے''۔

(سورۃ النساء آیت 1)

اس آیت میں لفظ رحم کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مادہ ر۔ح۔م ہے جس سے رحمٰن اور رحیم نکلتا ہے اور رحم بھی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا نظام رکھا ہوا ہے۔ رحم ایک رشتہ ہے جس میں انسان کی تخلیق ایک رشتہ کی وجہ سے شروع ہوتی ہے۔ بچہ ماں سے تعلق رکھ کر اس رحم کے اندر رہتا ہے، پھر پیدائش کے بعد وہ ایک تعلق بنتا ہے جو پیارا سا بچہ ماں کے ساتھ، باپ کے ساتھ اور اپنے گھر والوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، پھر وہ بڑا ہوتا ہے سکول جاتا ہے اور ان کا رشتہ سوسائٹی اور دنیا سے بن جاتا ہے۔ رحموں کی نگہداشت کرنا دونوں خاندانوں کے تمام رشتہ داروں کے لئے حکم ہے کہ تم ایک دوسرے کی عزت کرو، آج جو کسی اور کی بیٹی تھی وہ آپ کی بیٹی بننے جارہی ہے آج جو کسی اور کا بیٹا تھا وہ آپ کے گھر کا بیٹا بننے جارہا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ لڑکی کو وہ عزت نہیں دینی جو ایک لڑکے کو دی جارہی ہے تو یہ ہماری غلط فہمی ہوگی۔ اسی کی طرف اللہ نے توجہ دی ہے کہ مرد اور عورت کا ایک درجہ ہے، جہاں پر مرد اپنے کمانے کے ذریعہ سے گھر کا سربراہ ہے وہاں پر ماں کو بھی درجہ دیا ہے کہ وہ بچہ پیدا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے ماں کے پاؤں کے نیچے جنت رکھی گئی ہے رسول کریم صلعم سے جب پوچھا گیا ''میں کس کی خدمت کروں'' تو آپؐ نے فرمایا: ''ماں کی''۔ پھر پوچھا: فرمایا: ''ماں کی''۔ پھر پوچھا: فرمایا: ''ماں کی'' پھر پوچھا: آپ نے فرمایا: ''باپ کی''۔ اگر ہم عورت کے اس مقام کو بھی بھول جائیں تو ہم رسول کریم صلعم پر کیسا ایمان لارہے ہیں؟ اس لئے آج جو ہماری یہ بیٹی ہے یہ ایک بڑا رتبہ لے کر اس گھر میں جائے گی اس کو وہی عزت دینی چاہیے جو رسول کریم صلعم نے دی۔ اس کے بعد یہ دوہرا معیار نہیں ہونا چاہیے کہ بیٹے کو تو سب عزت دیں اور بیٹی کو عزت نہ دیں۔ یہ سب یا ایھا الناس سے کہا گیا ہے۔ یعنی تمام لوگوں سے۔ اس کے بعد سورۃ الاحزاب میں ذکر آتا ہے کہ:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور سیدھی بات کہو''

اس سورۃ میں امہات المومنین جو تمام مسلمانوں کے لئے ماؤں کا درجہ رکھتی ہیں کا ذکر آتا ہے، ان کے نمونے پر ہم نے چلنا ہے اس لئے یہ آیت یہاں پر رکھی گئی کیونکہ نہ بغاوت ہونی چاہیے اور نہ تابعداری میں فرق آنا چاہیے اور پھر اللہ کے آخری رسول صلعم کے نمونے پر چلنا ہے۔

اگر کوئی اخلاقی بیماری کسی کی شادی کو نقصان پہنچاتی ہے تو وہ جھوٹ پر مبنی ہے، شادی سچ کے بناء پر قائم ہوتی ہے۔ آپ گھر آؤ تو اپنی بیوی کے ساتھ آنکھ ملا کر بات کر سکو اور وہ بھی محسوس کرے کہ آپ جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آئے ہو۔ یاد رکھو کہ غیر عورتوں کو بدنظری سے دیکھنے سے بھی نقصان ہوتا ہے اور سچ کو جس دن چھوڑا تو اس دن اس شادی شدہ زندگی میں دراڑیں آنا شروع ہوجاتی ہیں۔

وہ تمہارے لئے تمہارے عملوں کی اصلاح کرے گا۔ شادی سے پہلے اگر کوئی انسان کچھ گناہ بھی کر چکا ہو تو آج معافی، توبہ اور استغفار کا دن ہوتا ہے۔ اصلاح ہوجاتی ہے کیونکہ آپ نے ایک رشتے میں بندھن کا فیصلہ کرلیا اور گناہ بخشے جاتے ہیں اور پھر آخر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم ہے۔ اگر اطاعت نہ کی تو پھر شادی میں کامیابی کہاں سے آئے گی۔ رسول کریم صلعم نے کامیاب شادیوں کا نمونہ ہمیں عمل کر کے دکھایا اس پر (بقیہ صفحہ نمبر 10)

حضرت امام حسینؓ کے واقعۂ شہادت سے ایک سبق

امیر اوّل حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیناؒ نے ذیل کی آیت تلاوت کی ترجمہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم محسوس نہیں کرتے۔'' (154:2)

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ شہادت کو جو مرتبہ اسلام نے دیا ہے اس کی نظیر اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ خود شہید کا لفظ ہی اس کا کافی ثبوت ہے۔ خدا کی راہ میں جان دینے والا شہید ہے۔ گویا وہ اپنے عمل سے خدا کی ہستی پر گواہ ہو جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق جو خدا کے رستہ میں اپنی جانیں دیتے ہیں، اسی بلند خیال کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن شریف میں فرمایا۔ ''یعنی جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ حقیقی زندگی ان کو ہی ملی ہے۔ اگر چہ تم محسوس نہیں کرتے۔'' (154:2) بہت سے لوگ بظاہر کامیاب ہو کر مال و دولت اور جاگیروں کے مالک اور جتھوں کے سردار ہو کر مرتے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لیے مر جاتے ہیں۔ اور بہتیرے دنیا کی نظروں میں بظاہر ناکام ہو کر مرتے ہیں لیکن دراصل خدا کی نگاہ میں وہ زندہ ہیں۔

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسینؓ کے واقعہ شہادت کی حیثیت: حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں اکیلا واقعہ نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں بھی ہمیں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے اگر جنگ کی گرما گرمی میں اپنی جانیں دیں تو ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر بھی دیں۔ ایک صحابیؓ کا ذکر ہے کہ وہ کفار کے ہاتھوں پکڑے گئے اور کفار نے ان کے قتل کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے ان صحابیؓ سے کہا کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا سا برا بھلا کہہ دو تو جان بچ جائے گی۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ تم کیا فضول بات کہہ رہے ہو؟ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور اس کے بدلے میں میرا سر لے لیا جائے، تب بھی مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ تو صحابہؓ نے بھی سوچ سمجھ کر اللہ کے راستے میں اپنی جانیں دیں۔

یہ واقعہ اپنے اندر اسلامی روح لئے ہوئے ہے: حضرت امام حسینؓ کے واقعہ شہادت کو مسلمانوں کے ایک خاص فرقہ نے غیر معمولی فوقیت دے دی ہے۔ اور اس واقعہ کے اندر بعض خاص خوبیاں بھی معلوم ہوتی ہیں کہ ہر سال خاص ایام میں اسے دہرایا جاتا ہے۔ جسے سن کر ہر مسلمان کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ جاتے ہیں۔ اور شاید اسے ایسے رنگ میں بھی دہرایا جاتا ہے جو اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام جو روح مسلمانوں کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے، یہ واقعہ اس روح کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

اس واقعہ کا ظاہری اور حقیقی نتیجہ: حضرت امام حسینؓ کا مقابلہ یزید سے تھا۔ جو خلیفہ وقت کہلاتا تھا۔ اس کے پاس قوت و طاقت، مال و دولت اور سلطنت و تخت تھا۔ فوجیں اور لشکر تھے۔ اس کی بیعت سب کر چکے تھے، سوائے ان چند لوگوں کے، جو حضرت امام حسینؓ کی معیت میں تھے۔ یہ صحابہؓ کا زمانہ تھا۔ بہت سے صحابہؓ اس وقت تک زندہ تھے۔ انہوں نے بھی یزید کی بیعت کر لی تھی۔ لیکن حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا۔ اور یہاں تک انکار کیا کہ اپنے عزیزوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے دیکھا۔ حتیٰ کہ اپنی گردن بھی تلوار کے سامنے رکھ دی۔ جان دینی قبول کر لی، لیکن جسے وہ خلافت کا اہل نہ سمجھتے تھے، اس کی بیعت نہ کی۔ بات تو صرف اتنی تھی کہ یزید اس سے زیادہ نہ چاہتا تھا کہ حضرت امام حسینؓ بیعت کر لیں۔ اس وقت جو ہوا وہ یہی ہے کہ یزید کو بظاہر بڑی بھاری کامیابی ہوئی۔ حضرت امام حسینؓ بظاہر ناکام

ہو گئے۔ شاید یزید یہ سمجھتا ہو کہ میں نے ہمیشہ کے لیے ان کو ختم کر دیا اور مٹا دیا۔ لیکن آج دیکھ لیجئے یزید مردہ ہے اور امام حسینؓ زندہ ہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ عام مسلمان بھی ان کی عزت کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو سن کر ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ جاتے ہیں۔ خواہ وہ اس طریق کو اختیار نہ کریں جو شیعوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے حق و اصول کے لیے جان دی: آخر کیوں حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت نہ کرنے پر اس قدر اصرار کیا؟ حتیٰ کہ اپنی اور اپنے عزیزوں کی موت کو قبول کر لیا، لیکن اس کی بیعت کو قبول نہ کیا۔ آخر یزید خلیفہ وقت تھا۔ امیر المومنین کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ بات صرف یہی تھی کہ امام حسینؓ کو یزید کی زندگی میں ایسی باتیں نظر آتی تھیں جو اسلام کی روح کے خلاف تھیں اگرچہ وہ باتیں دوسروں کو بھی نظر آتی ہوں لیکن ان کا قدم مضبوط نہ رہا صرف حضرت امام حسینؓ ہی ثابت قدم رہے۔ اور انہوں نے ہی اس اصول کو قائم کیا کہ ایک نااہل کو خلیفہ نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام جس قسم کے انسان پیدا کرنا چاہتا ہے، امام حسینؓ اس قسم کے انسانوں میں سے ہیں۔ جس چیز کو حق سمجھا اس کو اختیار کیا۔ یہ نہیں سوچا کہ حریف کے مقابلہ کا سامان میرے پاس موجود ہے یا نہیں۔ موت اور ناکامی کو سامنے دیکھ کر بھی اسی بات کو اختیار کیا، جس کو حق سمجھا!

حقیقی زندگی اور کامیابی: دیکھ لیجئے۔ آپ کے سامنے دو شخصیتیں ہیں۔ ایک دنیوی طاقت کے نشے میں مخمور ہے۔ وہ نہیں سمجھتا کہ کس کی گردن پر تلوار چلا رہا ہوں۔ یہ شخص بظاہر کامیاب ہے لیکن دراصل ناکام! دوسرا شخص بے کس اور بے سروسامان ہے۔ لیکن وہ اصول کے مقابلے میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا، حتیٰ کہ اپنی جان تک حق وصداقت کے لیے قربان کر دیتا ہے۔ یہ شخص بظاہر ناکام لیکن درحقیقت کامیاب ہے۔ فی الحقیقت زندگی اسی کی ہے جو اپنے فعل سے خدا کی ہستی پر گواہی دے دے۔

قادیانی حضرات کا نیا جوش مخالفت: قادیانی دوستوں کی ہمارے متعلق جو روش ہے، وہ بالکل ظاہر ہے۔ لیکن وقتاً فوقتاً ان میں جماعت لاہور کی مخالفت کا خاص طور پر جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ پہلے بھی کئی مرتبہ ایسا ہو چکا ہے۔ آج کل بھی ایک نیا ابال آیا ہوا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مولوی غلام حسن صاحب نے ان کے ”خلیفہ وقت“ کی بیعت کر لی ہے۔ یعنی قادیانی لوگ جس کو خلیفہ وقت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کے وہ الہامات، جو بدترین دشمنوں کے متعلق ہیں، آج تلاش کر کر کے لاہوری جماعت اور حضرت مسیح موعود کے مخلص خدام پر لگائے جاتے ہیں۔

اس جوش مخالفت کا ایک نمونہ: 14۔ ماہ تبلیغ کے اخبار ”الفضل“ میں (شاید بعض دوست ”ماہ تبلیغ“ کا نام سن کر حیران ہوں گے، یہ اس نئے سن کے مہینے کا نام ہے جو قادیان میں ”سن ھش“ کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ یعنی ہجری شمسی۔ جب نئی قسم کی خلافت قائم ہوئی، سن بھی نئی قسم کا جاری ہونا چاہئے! اس اخبار میں جہاں ”منکرین و معاندین خلافت“ کے سلسلہ میں بہت سے وفات یافتہ لوگوں مثلاً خواجہ کمال الدین مرحوم، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم، شیخ رحمت اللہ مرحوم وغیرہ کے نام ہیں، وہاں ایک زندہ یعنی مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کا نام بھی موجود ہے۔ یہ ہے ہمارے قادیانی دوستوں کے جوش مخالفت کا نمونہ! اس جوش میں انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ اب تو مولوی غلام حسن صاحب ان کے خلیفہ وقت کی بیعت کر چکے ہیں!

حضرت صاحب کے ایک الہام کا غلط قادیانی ترجمہ: حضرت صاحب کا ایک مشہور الہام ہے۔ اُخْرِجَ مِنْهُ الْیَزِیْدِیُّوْنَ۔ (ازالہ اوہام ص72) اس الہام کو بھی ہم لوگوں پر ہی لگایا گیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ یزیدی طبع لوگ قادیان سے نکال دیئے جائیں گے حالانکہ حقیقت یہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ قادیان سے ہم کو کسی نے نکالا نہ تھا بلکہ ہم خود نکلے تھے۔

ہم قادیان سے کیوں نکلے؟: جب ہم نے دیکھا کہ یہاں حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو بگاڑا جا رہا ہے آپ کے مسلک کے خلاف کلمہ گوؤں کی یہاں تکفیر کی جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود کے اصل مقصد کو پیچھے پھینکا جا رہا ہے تو ہم خود قادیان سے چلے آئے۔ تاکہ دوسری جگہ جا کر اس کام کو انجام دیں۔ اور خدمت

اسلام اور اشاعت قرآن کے سلسلہ کو جاری کریں۔

حضرت صاحب نے اس الہام کے کیا معنی کیے؟: پھر عجیب بات ہے کہ ہمارے قادیانی دوست الہام کو تو لے لیتے ہیں۔ اور جو معنے اس کے خود ملہم نے کئے ہیں، انہیں عمداً رد کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کو مجدد سے نبی بنا لیں گے، لیکن معنی وہ کریں گے جو ان کا اپنا جی چاہے گا۔ خواہ یہ معنی حضرت صاحب کے معنی کے خلاف اور اس کے بالکل ہی برعکس کیوں نہ ہوں! حضرت صاحب نے اس الہام کے یہ معنی کئے ہیں کہ اس قصبہ قادیان میں یزیدی طبع لوگ پیدا کئے گئے ہیں ان معنوں کو تو قادیانیوں نے دریا برد کیا۔ اور ان کی بجائے اپنے نئے معنی کر لئے!

یزید کی تعریف کس پر صادق آتی ہے؟: ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود کے معنی کو تو چھوڑا تھا۔ کاش! یہ واقعات پر ہی کچھ نظر کرتے اور سوچتے کہ یزید کی تعریف ہم پر اور حضرت امام حسینؓ کی ان پر کس طرح صادق آ سکتی ہے؟ ایک طرف دنیوی شان و شوکت ہے اور دولت و امارت کا نظارہ ہے۔ دوسری طرف بے کسی اور بے سروسامانی ہے۔ واقعات کی روشنی میں اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ یزید کی تعریف کس پر صادق آتی ہے؟!

اگر ہم قادیان سے علیحدہ نہ ہوتے تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟: جب ہم قادیان سے نکلے تھے تو سوچ سمجھ کر نکلے تھے۔ کہ اگر یہی چار پانچ آدمی بھی رہیں، تب بھی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ وابستہ نہیں کریں گے، جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور کام وہی کریں گے جو حضرت مسیح موعود کرتے تھے۔ یعنی تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی وفات کے بعد جب قادیان میں مسجد کے اندر ان کے جانشین کے انتخاب کے لیے اجتماع ہوا۔ اور میں کچھ کہنے کے لیے اٹھا، تو چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ خاموش کرا دو۔ بیٹھ جاؤ۔ اس وقت ہم کتنے آدمی وہاں سے اٹھ کر آئے تھے؟ اسے سب جانتے ہیں۔ اور ہم کیوں قادیان سے الگ ہوئے؟ محض اس لیے کہ حق و صداقت کو زندہ رکھنا ہے۔ اس حق و صداقت کو، کہ حضرت مرزا صاحب کا دامن اس بات سے بالکل پاک ہے کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کی تکفیر کرتے تھے۔ اگر ہم وہاں سے نہ نکلتے تو سلسلہ کا حشر یہی ہوتا جو آج قادیان میں نظر آ رہا ہے۔ آج متفقہ طور پر کلمہ گوؤں کی تکفیر کی جاتی!

کلمہ گو کی تکفیر دین کے اندر ایک بہت بڑا فتنہ ہے: جانتے ہو کہ کلمہ گو کی تکفیر کے کیا معنی ہیں؟ کلمہ طیبہ اسلام کی سند اور ٹکٹ ہے۔ جو شخص باہر سے اسلام کے احاطہ کے اندر آتا ہے یہی ٹکٹ اور سند لے کر آتا ہے۔ جب یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سند رکھنے والا مسلمان نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کلمہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اب اس کے ذریعہ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہ دین کے لیے بہت بڑا فتنہ ہے۔

مولویوں اور قادیانیوں کی تکفیر کا فرق: میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں میں تکفیر کی بیماری عام ہے۔ مولوی تکفیر کے گناہ کے عام طور پر مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن مولویوں کی تکفیر اور قادیانیوں کی تکفیر میں بہت بڑا فرق ہے۔ مولوی چھوٹی چھوٹی باتوں اور فروعی امور میں تکفیر کرتے ہیں۔ اور اس کا اثر بھی ساتھ ساتھ مٹتا جاتا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اب مسلمان ہونے کے لیے کلمہ طیبہ کافی نہیں رہا، جب تک کہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہ لایا جائے، کوئی شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا، اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ کلمہ منسوخ ہو چکا ہے۔ یہ دین کی بنیاد کو بدلنا نہیں تو اور کیا ہے؟!

ہم محض حق وصداقت کی غرض سے علیحدہ ہوئے: غرض ہم قادیان سے الگ ہوئے تو محض حق وصداقت کی خاطر الگ ہوئے۔ ہم تو یہاں تک تیار تھے اور یہ تجویز ہم نے پیش بھی کی تھی کہ ہم ساتھ کام کرنے کے لیے آمادہ ہیں، لیکن ہم اس مسئلہ تکفیر میں اختلاف کرنے اور اس کے متعلق جماعت کو ہدایت دینے میں آزاد ہوں گے۔ چنانچہ ہم قادیان سے حق وصداقت لے کر نکلے تھے۔ ہمیں اگر خدا کامیاب کر دے تو اس کا فضل ہے لیکن اگر ہم کامیاب نہ بھی ہوں تو یہ بھی اس کی مرضی۔ مگر میں اس قدر جانتا ہوں کہ جو کوئی بھی آج تک حق وصداقت کو لے کر کھڑا ہوا ہے، وہ ناکام کبھی نہیں ہوا۔

ہم نے قادیانی غلو کو روکنے کی انتہائی کوشش کی ہے: مسیح اول (حضرت

عیسیٰؑ) کے وقت پولوس کے غلو کی وجہ سے کیا حالت ہوئی؟ حتیٰ کہ شریعت کو لعنت قرار دیا گیا۔ اگر مسیح موعود کے وقت بھی جماعت لاہور قادیان سے الگ نہ ہو جاتی، تو یقیناً یہی صورت پیدا ہو جاتی جو کہ مسیح اول کے وقت ہوئی تھی۔ کیونکہ غلو کو روکنے والا کوئی نہ رہتا۔ ہم نے جہاں تک ہو سکا، قادیانی غلو کو روکنے کی کوشش کی ہے۔ اس کام پر اپنی طاقت خرچ کی ہے۔

قادیانی جماعت ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ رہی ہے: اصل میں جماعت قادیان کے پاؤں دو بیڑیوں میں ہیں۔ وہ مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایک نئے مذہب کی بنیاد بھی رکھ رہے ہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں بیک وقت ناممکن ہیں۔ یا تو وہ اسلام کے اندر ایک فرقہ کے طور پر رہیں۔ (مسلمان فرقہ احمدیہ حضرت مسیح موعود کا اپنا تجویز کردہ نام ہے) یا پھر انہیں مسلمانوں سے بالکل علیحدہ ہونا پڑے گا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ جب قادیانی جماعت نے کلمہ طیبہ کو عملاً منسوخ قرار دیا تو اس کے ساتھ ہی دین کی بنیاد بھی بدل دی۔ قادیان میں جوبلی کے موقعہ پر اسی پلیٹ فارم سے، جہاں سے خلافت کا جھنڈا لہرایا گیا تھا، یہ لیکچر دیا جاتا ہے کہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں صدی عیسوی کی جہالتوں اور توہمات کو دور کرنے کے لیے تھے۔ لیکن آج کل کی بین الاقوامی مشکلات کا حل ''احمد ازم'' میں ہے!

بہائیت کی طرف راغب دوست سے گفتگو: دیکھ لیجئے۔ نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے! میں نے اپنے ایک دوست کو، جو بہائیت کی طرف راغب ہیں، ایک بات کہی تھی۔ وہ چند روز ہوئے بیماری کے ایام میں میری عیادت کے لیے آئے۔ اگرچہ علالت کی وجہ سے مجھے باتیں کرنے کی ممانعت تھی، لیکن میں نے ان سے کچھ گفتگو کی۔ اور کہا کہ آپ ان باتوں کے پیچھے نہ پڑیں کہ حضرت مرزا صاحب نے مدعی نبوت کی صداقت کے لیے 23 سال کی مدت مقرر کی ہے یا اس قسم کی دوسری باتیں۔ دراصل آپ کے بابی اور بہائی ازم کی اصل بحث تو قرآن کریم اور اسلام کے ساتھ ہے۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ قرآن کریم اور اسلام کے اندر فلاں فلاں دنیوی ضروریات ومشکلات کا علاج نہیں۔ اور فلاں فلاں روحانی ضروریات ومشکلات کا علاج نہیں۔ اور ان کا علاج وحل بہائی، بابی ازم اور ''کتاب اقدس'' کے اندر موجود ہے، تو آپ کو اختیار ہے کہ اسلام اور قرآن کو چھوڑ کر بابی، بہائی ازم اور ''کتاب اقدس'' کو مان لیں۔ لیکن اگر یہ صورت نہیں، تو ساری عمر ایک جگہ رہ کر، بغیر کسی معقول وجہ کے، انسان ادھر ادھر بھٹکتا پھرے، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

بڑھاپے کا اثر انسان کے دماغ اور ارادے پر: بعض وقت بڑھاپے کی وجہ سے دماغی توازن قائم نہیں رہتا۔ یہ کوئی برا ماننے کی بات نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے۔ انسان جوں جوں بوڑھا ہوتا ہے، توں توں بچپن کی حالت عود آتی ہے اس کی رائے اور ارادہ پختہ نہیں رہتا۔ کمزور ہو جاتا ہے۔ لوگ اس وجہ سے گھبراتے ہیں لیکن یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔

میں نے اپنے دوست سے کہا کہ کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں۔ ایک موٹی بات سمجھ لیجئے۔ صرف اتنا غور کر لیجئے کہ وہ کون سی بات ہے جو قرآن کریم میں موجود نہیں ہے؟ اور وہ اس کے باہر ''کتاب اقدس'' یا اور کسی کتاب میں موجود ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم میں قیامت تک کے لیے ہر زمانہ کی تمام مشکلات کا حل موجود ہے۔

حق وصداقت پر مضبوطی سے کھڑے ہو جائیں: قادیان میں جوبلی کے موقعہ پر خلافت کا جھنڈا لہراتے وقت یہ بڑا بول بولا گیا کہ موجودہ زمانہ کی مشکلات کا حل ''احمد ازم'' میں ہے اور قرآن کے اندر موجود نہیں۔ یہ صرف ساتویں صدی کے توہمات اور جہالتوں کے لیے موزوں تھا۔ گویا آج کل کی مشکلات کا حل قرآن کریم نہیں کر سکتا۔ مسٹر ظفر اللہ اس جلسہ کے پریذیڈنٹ تھے۔ اس طرح قادیان میں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کے سروں پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ تم حق وصداقت کے اوپر مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ۔ خواہ تمہیں حضرت امام حسینؓ کی طرح بظاہر ناکامی ہی نصیب کیوں نہ ہو۔ اور تم ہلاک ہی کیوں نہ ہو جاؤ!

اختلاف میں مولوی غلام حسن صاحب کا حصہ: مولوی غلام حسن صاحب

کی بیعت کی وجہ سے بعض طبائع میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ آج مولوی صاحب اگرچہ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں کہ جیسے انہیں ہم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور اختلاف میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی وفات کے موقعہ پر سب سے پہلا رسالہ جو میں نے قادیان میں بیٹھ کر لکھا، وہ مجھ اکیلے کی طرف سے نہ تھا، بلکہ اس پر مولوی غلام حسن صاحب نے اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے تھے: ''مذکورہ بالا مضمون کی میں تصدیق اور تائید کرتا ہوں۔ اپنے سلسلہ کی بھلائی اسی پر عامل ہونے میں یقین رکھتا ہوں'' (غلام حسن سب رجسٹرار پشاور)۔ انہوں نے یہ سب کچھ اپنے ہاتھ سے کیا۔ لیکن آج وہ اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کر رہے ہیں گویا وہ بالکل الگ تھے۔

نصف صدی کی تحقیقات ایک دن میں غارت: اگر کوئی یہ کہے کہ مولوی صاحب بڑے آدمی تھے۔ بیشک بڑے تھے۔ سلسلہ میں بھی اور ہماری اپنی جماعت کے اندر بھی۔ ہمیں ان کی علیحدگی کا افسوس ہے۔ مگر اس لیے کہ کس بلند مقام سے گر کر کہاں پہنچے! ذرا سوچنے والی بات ہے کہ ایک شخص 85 سال کی عمر تک لمبی تحقیقات کرتا ہے۔ جو قریباً پچاس سال کی مدت پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس تحقیقات سے ایک نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ لیکن قادیان جا کر اس نصف صدی کی تحقیقات کے خلاف ایک دن میں کوئی بات سمجھ آ جائے! یہ کوئی تسلیم کرنے والی بات نہیں ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ آج میں نے ایک بات کی تحقیقات کی اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی غلطی مجھ پر ظاہر ہو گئی تو میں نے اپنی پہلی رائے کو بدل لیا۔ لیکن 85 سال کی عمر تک کی تحقیقات کو قادیان پہنچ کر ایک دن کے اندر بدل دینا ،اور انہی باتوں کو مان لینا ،جن کی دن رات آپ تردید کیا کرتے تھے، واقعی تعجب انگیز ہے!

مولوی صاحب کو قادیان میں نئی بات کون سی نظر آئی ؟: اس تبدیلی کی وجہ تو مولوی صاحب نے کوئی بیان نہیں کی ،سوائے اس بات کے، کہ وہاں انتظام اچھا ہے۔ انتظام واقعی اچھا ہے۔ خلیفہ صاحب کی سواری نکلتی ہے تو بہت سے رضا کار آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ سلامیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان باتوں کا تو ہماری طرح مولوی صاحب کو بھی پہلے سے علم تھا۔ سالہا سال سے وہ بھی ہماری طرح جانتے تھے کہ قادیان میں لوگ زیادہ ہیں۔ جتھا ہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب کو وہ نئی چیز قادیان میں کون سی نظر آئی ،جس کی وجہ سے انہوں نے ایک دن میں اس 50 سال کی تحقیقات کی بنا پر قائم رائے کو بدل دیا؟ یہ ہمیں نہیں بتائی جاتی۔

قادیانی جماعت کی کثرت اور نظام کی حقیقت: نظام اچھا ہے۔ محض اس بات پر اپنی پچاس سالہ تحقیقات کے نتائج کو غارت کر دینا، اور اس کے برعکس نتائج کو مان لینا، یہ کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ نظام کیوں نہ اچھا ہو؟ چھ لاکھ سالانہ کا بجٹ ہے۔ دس بارہ نظارتیں ہیں۔ سوائے نظام اور تنظیم کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اگر نظام کی خوبی ہی بیعت کی وجہ ہے تو یہاں لاہور میں ہماری آنکھوں کے سامنے علامہ مشرقی کھڑا ہوتا ہے، اور آٹھ نو سال کے اندر ایسا وسیع نظام کھڑا کر دیتا ہے کہ قادیان کا نظام اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا۔ اگر یہی بات تھی تو مشرقی کی بیعت کرنی چاہئے تھی۔ پھر یہ کہنا کہ قادیان میں سواد اعظم ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ سواد اعظم قادیان میں نہیں بلکہ سواد اعظم یہ دوسرے مسلمان ہیں۔ قادیانی جماعت تو اس سواد اعظم کے بالمقابل بہت ہی قلیل حصہ ہے۔

مولوی صاحب کی تفسیر ''حسن بیان'' کے چند حوالے: مولوی صاحب نے ابھی دو اڑھائی سال ہوئے 1937ء میں اپنی تفسیر ''حسن بیان'' شائع کی ہے۔ اس میں سے بطور نمونہ چند حوالے میں آپ کو سناتا ہوں۔ جن سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولوی صاحب کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور کس جگہ سے اٹھ کر کس جگہ گرے ہیں۔ مسئلہ نبوت کے متعلق مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں مصلحین کی بعثت کا ذکر کیا ہے، وہاں رسول کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی اور مجدد کے درمیان مشترک ہے۔ جس سے یہ مراد ہوئی کہ جدید شریعت کی ضرورت پیش آتی ہے تو شارع نبی مبعوث ہوتے ہیں۔ جن کی نبوت حقیقی ہوتی ہے۔ اور اگر شریعت کے

احکام میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں جو امت کے لیے مضر ہیں تو محدث بفتح دال یا مجدد کو مبعوث ہوتے ہیں۔ جن کو مجازاً نبی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان میں الہام جو قوی شعبہ نبوت ہے، پایا جاتا ہے۔" صفحہ 162

"رسول کے لفظ میں مجدد بھی شامل ہیں۔ جہاں کہیں اس سنت الٰہی کا ذکر آیا ہے، وہاں رسل کا لفظ آیا ہے نہ انبیاء کا۔ پس رسول دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو شریعت لائے ہیں۔ ان کو نبی کہتے ہیں۔ اور ایک وہ جو شریعت سابقہ کی تجدید اور تعمیل کرانے کے لیے آتے ہیں، ان کو مجدد یا محدث (بفتح دال) کہتے ہیں۔ وہ ملہم (بفتح ہا) ہونے کی صفت میں انبیاء کے مثیل ہوتے ہیں۔" صفحہ 8

اس کے بعد مولوی صاحب ایک جگہ اس طرح لکھتے ہیں:

"بعض فرقے کہتے ہیں کہ نبوت ایک انعام تھا جو امم کے افادہ کے لیے چلا آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعام کس طرح بند کیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایک سخت بوجھ تھا جو اُمتوں کے ذمہ چلا آتا تھا۔ اور جس پر عمل نہ کرنے سے کفار مومنوں سے بڑھ جاتے تھے اور اصحاب النار میں داخل ہو جاتے تھے۔ اب یہ بوجھ امتوں سے اتار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمت میں داخل کرتا ہے۔ مسلمان اس بوجھ سے ہلکے ہوگئے ہیں اگر مسلمانوں میں مومن بہ مبعوث ہوتے تو ان میں سے لاکھوں کافر ہو کر مرتے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو فرقہ خاتم النبیین کے بعد انبیاء کی بعثت کا قائل ہے ان پر حجت قائم کرنے کے لیے انہیں میں سے کئی ایسے افراد پیدا ہوگئے ہیں کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر وہ فرقہ ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ گویا وہ ان کی بعثت کو باطل سمجھتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے باطل عقیدہ کے خلاف اس آیت سے کوئی فائدہ اٹھاتے، اپنی تائید کے لئے اس میں سے ایک دلیل پیدا کرلی ہے کہ ان آیات میں جس رسول کے متعلق جملہ انبیاء سے میثاق لیا گیا تھا، ان میں محمد صلعم بھی شامل ہیں۔ کیونکہ لفظ النّبیین میں وہ بھی داخل ہیں۔ اور وہ رسول صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔" صفحہ 68-69

اب دیکھئے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ دونوں جماعتیں ہی حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتی ہیں۔ حالانکہ اپنی تفسیر میں وہ یہ لکھ چکے ہیں۔

"......اس آیت سے ایک باطل پرست قوم یہ استدلال کرتی ہے کہ کسی نبی کے بعد دوسرے نبی کے نہ آنے کا عقیدہ آل فرعون کا عقیدہ ہے۔ گویا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین ماننا آل فرعون کی تقلید ہے۔ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا" (4:25) صفحہ 480۔

افسوس! آج مولوی صاحب کو اپنی یہ ساری تحریریں فراموش ہوگئیں۔

مسئلہ خلافت کے متعلق مولوی صاحب کے ارشادات: خلافت جس کا قادیان میں آج اس قدر شور اور چرچا ہے اور جس کی بیعت خود مولوی صاحب نے کی ہے۔ اس کے متعلق بھی مولوی صاحب کا پہلا عقیدہ اور خیال سن لیجئے۔

"بنی اسرائیل میں خلافت دو طریق سے تھی۔ سیاسی اور روحانی۔ ان میں بادشاہ بھی ہوئے اور انبیاء بھی۔ مشیّت یہ چاہتی ہے کہ دونوں خلافتیں مسلمانوں میں بھی جاری رہیں۔ مگر رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ جن کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا۔ اس واسطے بجائے انبیاء ان میں ملہم (بفتح ہا) جن کو محدث بفتح تشدید دال سے تعبیر کرتے ہیں، خلیفہ یا مجدد کے لقب سے آتے رہے اور یہ خلافت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پر ختم ہوئی۔ آئندہ کوئی آوے گا تو بطور مجدد آوے گا۔" صفحہ 367

ایک اور قابل غور حوالہ: سورۃ الصّف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"مبطلین (مولوی صاحب قادیانیوں کو اپنی تفسیر میں بالعموم اسی لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ذرا قابل غور ہے۔ پیغام صلح) کو یہاں ماضی کو معنی مضارع لینا پڑتا ہے۔ جو اس وقت جائز ہے جب ماضی کا معنی متعذر ہو۔ ایک اور بات پر غور کرو۔ اسلام کی طرف بلانے والا کون ہے۔ اور اس کے مقابل افتراء کرنے والا کون۔ اسلام کی طرف بلانے والا تو حضرت احمد صلعم ہے۔ اور افتراء کرنے والے بنی اسرائیل ہیں۔ جو اس کی تعلیم کو باطل قرار دیتے ہیں۔ لیکن مبلطین کے نزدیک اسلام کی طرف بلانے والے غیر احمدی ہیں...... اور جس کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں وہ مرزا صاحب ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ مفتری وہی شخص

ہے جس کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ پس معاذ اللہ مرزا صاحب مفتری ٹھہرے۔ باطل حق کے قالب میں کبھی ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا''۔ (صفحہ 572)

مولوی صاحب کی بیعت غالباً جلد بازی کا نتیجہ ہے: خدا جانے مولوی صاحب اب اپنی اس تفسیر کو کیا کریں گے؟ کیا ڈاکٹر عبدالحکیم کی طرح اس کے نسخے لوگوں سے واپس منگا کر صفحات تبدیل کریں گے؟ غالباً مولوی صاحب نے بہت ہی جلدی میں بیعت کی ہے۔ سوچا سمجھا نہیں۔ افسوس! وہ اسی غلطی میں مبتلا ہو گئے، جس کے خلاف انہوں نے عرصہ تک جہاد کیا۔

پیر پرستی بہت بڑی مصیبت اور ایک قسم کا شرک ہے: پیر پرستی ایک ایسی مصیبت ہے کہ اس میں مبتلا ہو کر انسان کچھ سوچ اور سمجھ نہیں سکتا۔ پیر اور خلیفہ جو صحیح یا غلط کہہ دے، مرید وہی مانتا چلا جاتا ہے۔ گویا اسے خدا کا درجہ دے دیتا ہے۔ یہ دراصل ایک قسم کا شرک ہے۔ دوسرے شرکوں سے تو نجات ہو جاتی ہے، لیکن یہ ایسا شرک ہے جس سے نکلنا آسان نہیں۔ افسوس! مولوی صاحب اپنی 85 سال تک کی عمر کی تحقیقات کے نتائج کو بالکل پس پشت پھینک کر اس شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ (پیغام صلح 27 فروری 1940ء)

درخواست دُعا

بریگیڈئر (ر) محمد سعید صاحب

گذشتہ دنوں بریگیڈئر محمد سعید صاحب دل کی دھڑکن کی رفتار سست ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں کی زیر نگہداشت ہیں لیکن اللہ کے فضل سے ان کی صحت بہتر ہے لیکن تمام احباب جماعت سے گزارش ہے کہ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ابرار احمد سیال صاحب

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ ابرار احمد سیال صاحب دل کے عارضہ میں مبتلا تھے لیکن آپ احباب کی دعاؤں سے وہ بہت بہتر ہیں۔ آپ احباب سے گزارش ہے کہ اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ خطبہ نکاح

عمل کرنا بڑی بھاری کامیابی ہے۔ اللہ کے احکامات کی اطاعت ضروری ہے اور عزت صرف تقویٰ والے کو ملتی ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ کس خاندان سے لڑکی ہے اور اس کا باپ کیا کر رہا ہے اور وہ کیا کماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 13 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: **''اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو سب سے پرہیزگار ہے۔ اللہ جاننے والا خبردار ہے۔''**

جو تقویٰ کا مفہوم میں نے آپ کے سامنے بیان کیا کہ اپنے آپ کو گناہ سے بچ کر چلنا ہے جو قرآن پر پورا پورا عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

بیویوں اور خاوندوں کے اپنے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے تقاضے کرتے ہیں اس کے بارے میں قرآن کریم نے ہمیں ہدایت دے دی ہے۔ اکثر بیویاں ہی ہوتی ہیں جو اتنے زیادہ تقاضے کرتے ہیں کہ خاوند کو رشوت اور حرام کمائی کی طرف مائل ہونا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی رہنمائی قرآن میں یوں بیان فرمائی:

ترجمہ: **''نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ کا تقویٰ کرو اللہ بدی کی سزا دینے میں سخت ہے۔'' (سورۃ المائدہ آیت 2)**

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ مجھے بھی توفیق دے اور آپ سب کو بھی توفیق دے کہ ہم قرآن کی اصل روح کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں تاکہ ہماری آنے والی زندگی سنور جائے۔

اب جو اگلا مرحلہ آتا ہے وہ دو بچوں سے اجازت کا معاملہ ہے اور پھر حق مہر بتا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں یہ دونوں میاں بیوی بن جائیں گے۔ اجازت کے معاملہ پر بھی غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے عورت کا مقام کتنا بلند رکھا ہے کہ پہلے لڑکی سے اور بعد میں لڑکے سے اجازت طلب کی جاتی ہے۔

دونوں بچوں کو دعا دی اور پھر نئی زندگی کی مبارکباد پیش کی۔

قربانی کا فلسفہ نفس کے خلاف جہاد ہے

(مادیت کے اس دور میں خودغرضی اور نفس پرستی کی ترویج اس رنگ میں ہورہی ہے کہ اس کو کبھی حقوق کے حصول کی جنگ، کبھی انفرادی آزادی کے حصول کی جنگ اور کبھی مادی ترقی کا نام دیا جاتا ہے۔ اور پرنٹ میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ ان کی ایسی دلکش تصویر کھینچتا ہے کہ ہر ایک انسان اس کی طرف کھچا چلا جارہا ہے۔ لیکن اگر شعور کی آنکھ سے دیکھا جائے اور موجودہ رونما ہونے والے حالات کا غور سے مشاہدہ کیا جائے تو اس دوڑ میں انسان میں ہمدردی اور فلاح کا جذبہ گھٹتا جارہا ہے اور خودغرضی اور تشدد پسندی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ آپ اس کو استحصال کا نام دے دیں۔ اس کو تشدد پسندی قرار دیں یا اس کو تیسری جنگ کا پیش خیمہ قرار دیں۔ یہ خودغرضی مختلف بھیانک صورتوں میں ظاہر ہورہی ہے لیکن انسان اس کے خطرناک نتائج سے غفلت برت رہا ہے۔ اس کو ہر ہوش مند انسان محسوس تو کررہا ہے لیکن مادیت کے بھنور میں پھنسا حضرت انسان بے بس ہے۔ اس کو الٰہی ہدایت کی مضبوط رسی ہی کھینچ کر باہر لاسکتی ہے۔ یہ رسی اللہ کے احکام اور ان پر عمل کرنے کے لئے قربانی کے جذبہ کی رسی سے ہی بٹی جاسکتی ہے۔

حج کا فریضہ اور اس سے جڑی قربانی ہمیں یہ سنہرا سبق دیتی ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں اپنی انا کو قربان کرنا چاہیے خواہ اس کا تعلق افراد سے ہو۔ خاندان سے ہو یا ملک سے ہو۔ یہی وہ جذبہ ہے جو رشتوں کو مضبوط کرتا، ایک دوسرے کی عزت اور احترام کا سبق دیتا ہے۔ ایسی ہی قربانی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے اور اجر کا موجب بھی ہوتی ہے۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ''قربانی کے فلسفہ'' پر یہ عالمانہ مضمون نفس پرستی کے خلاف جہاد کے مختلف پہلوؤں کی بڑے موثر انداز میں نشاندہی کرتا ہے۔ ادارہ)

نفس کا مقابلہ

شجاعت اور بہادری غیروں کے سامنے دکھانا آسان ہے مگر اپنے نفس کے مقابلہ میں اس کا عملی نمونہ دکھانا بڑا مشکل ہے۔ نفس کے مقابلہ میں جب انسان بہادری اور شجاعت دکھاتا ہے تو اس کا نام ایثار اور قربانی ہوتا ہے۔ اس کشمکش میں خواہشات نفسانی اس کو ایک طرف کھینچتی ہیں اور خدا کا حکم اسے دوسری طرف۔ سب سے بڑی بہادری یہ ہوتی ہے کہ نفس کا مقابلہ کر کے خدا کے حکم کے آگے گردن رکھ دے اور خواہشات نفسانی کی حیوانیت کو ذبح کردے۔ یہ اصل بہادری اور سچی قربانی ہے۔ انسانیت دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک تو اس میں بہیمیت ہے اور دوسری ملکوتیت۔ بہیمیت تو وہ حصہ ہے جو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں مشترک ہے یعنی اپنے خواہشوں کی پیروی۔ حیوان نادانستہ تقاضائے فطرت کی پیروی کرتے ہیں۔ انسان دانستہ اپنے فہم وادراک کے تحت خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔

قربانی حیوانیت کو ذبح کرنا ہے

نیت وہ حصہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے جذبات اور خواہشات کو صحیح راستہ پر چلانے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اس کی مدد وحی الٰہی کرتی ہے۔ خدا کے حکم کے تحت ملکوتی صفت انسان کو ترقی کی راہ پر چلاتی ہے مگر حیوانیت اسے سفلی خواہشات کی طرف لے جاتی ہے۔ جب تک یہ حیوانیت ذبح نہ ہو ملکوتیت ترقی نہیں کرسکتی۔ ضرور تھا کہ انسان خدا کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو قربان کردے تا وہ ترقیات کا وارث ہو۔ پس حکمت الٰہی نے یہ چاہا کہ انسان اپنی حیوانیت پر چھری پھیرنے کی نشانی یہ قائم کرے کہ بظاہر بھی ایک حیوان کو خدا کے نام سے ذبح کیا کرے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس معاہدہ کو کسی ظاہری نشان کے ساتھ پورا کیا جائے، وہ دل پر بہت اثر کرتا ہے۔ اس لئے اپنی حیوانیت کے

قائم مقام سچ مچ ایک حیوان کو لے کر ذبح کرنے میں جو اثر ہے۔ وہ صرف زبانی اقرار میں نہیں ہوسکتا۔ جب تک دل ساتھ نہ ہو زبانی اقرار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ دل پر اثر پڑے۔ اس کے لئے یہ التزام کرنا پڑا کہ ایک جانور کو ذبح کروا کر گویا خون کے حرفوں سے قربانی کرنے والے کے دل پر لکھ دیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی ساری حیوانیت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ذبح کرنا ہے۔ اسی واسطے قرآن کریم نے صاف فرمایا کہ ''ان کے گوشت اور ان کے خون اللہ کو نہیں پہنچتے لیکن تمہاری طرف سے جو اس کام میں تقویٰ ہے وہ اس تک پہنچتا ہے''۔ ظاہر ہے کہ قربانی میں تقویٰ اللہ تو یہی ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو ذبح کرنے کے لئے انسان ہر وقت تیار رہے۔ پس اگر یہ معاہدہ قربانی کرنے میں ملحوظ خاطر نہیں تو پھر گوشت اور خون تو اللہ کو نہیں پہنچتا۔ ایسی قربانی بے فائدہ اور بے معنی ہے۔ اصل تو وہ ارادہ اور تقویٰ ہے جو قربانی میں مدنظر ہے۔ قربانی کے ذریعہ ہر سال اس معاہدہ کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔ جو انسان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر رکھا ہے کہ وہ اپنی حیوانیت کو اس کے حکم کے سامنے ہر وقت قربان کرنے کو تیار ہے۔ جہاں نفس اور حکم الٰہی بالمقابل آ جائیں گے، وہ نفس کو ذبح کر دے گا۔

قربانی کا مقصد

انسان میں دوسروں کے آرام کے لئے اپنے آرام کو قربان کر دینے کا نام قربانی ہے۔ حیوانیت ہر ایک چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتی ہے۔ ملکوتیت دوسروں کے حقوق کی عزت کرتی ہے اور اس کو ادا کرنے اور ان کی حفاظت کا احساس دلاتی ہے۔ قربانی کیا ہے؟ حیوانیت کے جذبات کو کاٹنا ہے اور ملکوتیت کے جذبات کو ترقی دینا ہے۔ قربانی سے نفس پرستی ختم ہوتی ہے اور ایثار اور خدا پرستی کو ترقی ملتی ہے۔ یہی انسانی شرف و بزرگی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اس قربانی کے بعد ایک نئی زندگی پاتا ہے جو دائمی اور جنتی زندگی کو پروان چڑھاتی ہے۔ یہ قربانی خدا کے احکامات کو مقدم رکھنے کے لئے ہوتی ہے اور یہی کامیابی کی راہ ہے۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے قربانی کی کامل اور صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی، خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ: ''کہہ دے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' گویا نماز اور قربانی وہ ذرائع ہیں جن سے انسان نفسانی خواہشات پر قابو پاتا اور زندگی کے اعلیٰ اقتدار کے خلاف جہاد کرتا تاکہ زندگی کے اعلیٰ خیالات اور اعمال کو ترقی دے۔ اسی سے اعلیٰ اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور انسان ایک باخلاق اور باخدا انسان بن جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید نے سورۃ تین میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ انسان دنیاوی اور نفسانی خواہشات کے خلاف ہر لحہ جنگ کرتا رہتا ہے اور یہی حقیقی جہاد ہے۔ بلکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے اس آفاقی، روحانی پروگرام کے حوالے سے بات کی گئی ہے، جس کے تحت وہ مختلف اوقات میں، مختلف اقوام میں انسانوں کی اصلاح کے لئے انبیاء اور ہدایت نازل کرتا رہا۔ اور اس سلسلہ میں زیتون، طور سینا اور مکہ مکرمہ کو گواہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے تخلیق کیا۔ لیکن اس نے ودیعت کردہ قوتوں کی اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے تحت تربیت نہ کی اور اپنے آپ کو ذلت کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ لیکن جن لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ ہدایت کو قبول کیا اور اس کے مطابق نیک اعمال کیے ان کے لئے ترقی اور کامیابی کے لامتناہی مقامات ہیں اور یہی جنتی زندگی کی ایک علامت ہے۔ سورۃ کا ترجمہ یہ ہے:

''انجیر اور زیتون گواہ ہیں اور سینا پہاڑ اور یہ امن والا شہر یعنی مکہ۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا اور پھر اگر وہ برے اعمال کرے تو اسے ذلیل سے ذلیل حالت کی طرف لوٹا بھی دیتے ہیں۔ مگر جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے اعمال کرتے ہیں ان کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

توحید اور قربانی

محبت الٰہی حاصل کرنے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، ایک توحید اور دوسری قربانی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ محبت دنیا میں مختلف چیزوں اور مختلف لوگوں سے حسب مراتب ہوا کرتی ہے۔ اور جو چیز جتنی زیادہ محبوب ہوتی ہے اسی نسبت سے اس پر وہ چیزیں جو محبوب ہونے میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہیں، قربان کی جاتی ہیں۔ مثلاً مال جو ایک محبوب چیز ہے، جان پر سے جو محبوب ترین ہے

قربان کردی جاتی ہے۔ اور جنہیں عزت زیادہ محبوب ہو، وہ جان کو عزت پر قربان کر دیتے ہیں۔ پس اسی نسبت سے محبت کا کمال اس امر کا متقاضی ہے کہ انسان کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے اس کی خاطر کل چیزیں قربان کر دی جائیں۔ اعلیٰ اور محبت کاملہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صرف ایک ہی محبوب ہو اور اس کی محبت میں اس قدر رفتگی اور محویت ہو کہ اس کے سوا تمام چیزیں نظر میں ہیچ ہوں اور اس کی خاطر ہر ایک چیز کو قربان کرنے کے لئے انسان تیار ہو۔ ورنہ وہ محبت کامل نہیں کہلا سکتی۔ جو چیز بھی اپنے محبوب کے لئے انسان قربان کرنے کو تیار نہیں وہ چیز ظاہر ہے کہ اسے محبوب تر نہیں۔ محبوب کامل وحقیقی کی خاطر محبّ ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

کلمہ میں توحید کامل کا نچوڑ

بس محبت کاملہ جہاں یہ چاہتی ہے کہ محبوب صرف ایک ہو۔ وہاں یہ بھی چاہتی ہے کہ اپنے محبوب حقیقی کی خاطر محبّ ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔ اسی لئے اسلام نے محبت اور توحید اور قربانی کو ایک کلمہ لا الہ الا اللّٰہ میں بیان کر دیا ہے یعنی اللہ کو محبوب کامل قرار دے کر اس کے سوا ہر ایک محبوب چیز کو اس پر قربان کر دیا ہے۔ اور لا الـہ میں اس قربانی کو ایسے کامل طور پر ادا کیا کہ تمام محبوب چیزوں کو مطلق نفی کے مقام میں رکھ دیا۔ کیونکہ قربانی کا کمال یہی چاہتا تھا کہ قربان کردہ چیز کی ہستی کو ایسا بنا دیا جاوے کہ اس کو نفی کے مقام پر رکھ دیا جائے۔ اسی طرح لا الـہ کہہ کر ہر ایک چیز کو جو محبوب ترین بن سکتی تھی قربان کر کے الا اللہ یعنی اللہ کی ذات سے جوڑ دیا اور وضاحت کر دی کہ یہ قربانی جس محبوب حقیقی کی خاطر ہوئی ہے وہ اللہ ہے جو حسن اور احسان میں کامل ہے۔ اور اس لئے اس قابل ہے کہ اسے محبوب حقیقی اور محبوب کامل بنایا جاوے کیونکہ محبوب کامل بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیزیں جو محبت کو پیدا کرتی ہیں یعنی حسن اور احسان وہ اپنے پورے کمال کے ساتھ ایسے محبوب میں موجود ہوں۔

اللہ سے شدید محبت کا مفہوم

الغرض لا الـہ میں ان تمام چیزوں کی قربانی مقصود ہے جو ماسویٰ اللہ ہیں اور جن کو انسان اپنا محبوب بنا سکتا ہے۔ خواہ انسان کا اپنا نفس ہو یا مخلوق۔ کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی محبت انسان کے دل میں جگہ پکڑتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ والذین امنوا اشد حبا للّٰہ (165:2) یعنی ایمان والے تو وہ ہیں جن کی سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہو۔ محبت تو فطری طور پر انسان کو ہر ایک چیز سے حسب مراتب ہوا کرتی ہے۔ مخلوق سے بھی ہوتی ہے اور نفس سے بھی۔ مگر قرآن نے یہ اصلاح کی کہ محبت کے ان تمام مراتب میں سب سے اعلیٰ درجہ خدا کے لئے رکھا یعنی مومن کا محبوب کامل خدا ہی ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح مومن خدا کی خاطر جو اس کا محبوب کامل ہے ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے خواہ وہ اس کا نفس ہو یا مخلوق یعنی خدا کی مرضی اور خوشنودی کی خاطر وہ مخلوق یا اپنے نفس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا اور تمام خواہشات نفسانی اور تعلقات دنیوی کو اس کی رضا کی خاطر قربانی کر دیتا ہے۔ پس یہ وہ قربانی ہے جو لا الـہ کے اندر مضمر ہے اور لا الـہ کی چھری سے جب وہ تمام ماسوی اللہ کو ذبح کر چکتا ہے تو پھر الا اللّٰہ میں صرف ایک محبوب حقیقی باقی رہ جاتا ہے۔ جو اصل توحید ہے۔ گویا کامل قربانی سے کامل توحید پیدا ہوتی ہے، جب تک قربانی کامل نہ ہو توحید کامل نہیں ہوتی۔ پس قربانی توحید کامل کے لئے بطور دروازہ کے ہے۔ ظاہر میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بقرعید کے موقع پر ایک جانور ذبح ہو جاتا ہے مگر حقیقت آشنا جانتے ہیں کہ اس کے اندر توحید کا راز مضمر ہے چنانچہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اللہ کو ان کے گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے''۔ اس طرح اللہ نے ان کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تا کہ تم اس بات پر جس پر خدا نے تمہیں ہدایت کی ہے خدا کی بڑائی کرتے رہو۔ اور محسن لوگوں کو خوشخبری سنا دو۔

مطلب یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچا کرتے، اس میں جاہلیت کے اسی خیال کی نفی کی ہے بلکہ اس کے اندر وہ تقویٰ مدّنظر ہے جو قربانی کے ذریعہ خدا ہم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

قربانی کے ذریعہ تقویٰ کا حصول

جانور کو انسان کے بس میں کر کے اور ان کو قربان کر کے خدا تعالیٰ جو تقویٰ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ

(بقیہ صفحہ نمبر 16)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ سویڈن 2016ء کی ایک مختصر روئیداد

شاہد عزیز (برطانیہ)

جب مرکز نے فیصلہ کیا کہ اس سال حضرت امیر دوبارہ برلن تشریف لے جائیں تو مجھے ہدایت کی گئی کہ سویڈن میں جو نئے احباب جماعت میں شامل ہوئے ہیں اُن سے ملاقات کا بھی انتظام کیا جائے۔ اُس وقت صرف دوستوں سے مل کر ذاتی طور پر رابطہ کرنے کا خیال تھا۔ میں نے جب کلیم احمد جو کہ سویڈن میں سب سے پہلے ہماری جماعت میں شامل ہوئے ہیں، رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ گو وقت کم ہے لیکن وہ کوشش کریں گے کہ حضرت امیر پارلیمنٹ اور حکومت کے کچھ احباب سے بھی ملاقات کر سکیں۔

گرمیوں کے موسم میں پارلیمنٹ میں چھٹیاں ہو جاتی ہیں اس لئے ان افسروں سے وقت لینے میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ بہر حال طے پایا کہ پارلیمنٹ میں ملاقات ۸ ستمبر کو ہو اور اسی حساب سے دورے کا پروگرام بنا۔ حضرت امیر نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں برلن آ جاؤں اور وہاں سے اُن کے ساتھ سویڈن چلوں۔

حسب ارشاد میں نے ۷ ستمبر کو لندن ہیتھرو سے پہلا جہاز لیا اور ٹیگل ائیر پورٹ سے بس اور زیر زمین گاڑی لے کر ظہر کے وقت مسجد پہنچ گیا۔ حضرت امیر اُسی روز پاکستان سے تشریف لا رہے تھے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر اور چائے پی کر میں اور عامر عزیز ٹیگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں تھوڑی ہی دیر انتظار کے بعد حضرت امیر باہر تشریف لے آئے اور ہم مغرب کے وقت تک واپس مسجد میں پہنچ گئے۔ حضرت امیر نے نماز کے بعد اپنا سامان دوبارہ پیک کیا اس لئے کہ سستے ٹکٹ کی وجہ سے ہم صرف ہاتھ کا سامان ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد سب نے مل کر رات کا کھانا کھایا۔ عامر بھائی اب کھانا پکانے کے ماہر ہو گئے ہیں اور اب وہ بغیر پلیٹ وغیرہ توڑے کھانا فریزر میں سے نکال کر مائیکرو ویو میں رکھ کر گرم کر سکتے ہیں۔ وہ شروع میں برلن آئے تو کھانے نے تو گرم ہونا تھا لیکن پلیٹیں زیادہ ٹوٹتی تھیں۔

۸ ستمبر کو ٹیگل سے سٹوک ہوم کے لئے بھی جہاز کی روانگی ۸:۲۰ پر تھی لیکن ہمیں دو گھنٹے پہلے پہنچنا تھا اس لئے حضرت امیر اور میں فجر کے بعد ناشتہ کر کے ٹیگل کی طرف بھاگے۔ ٹیگل ائیر پورٹ کا ڈیزائن اس طرح ہے کہ ٹیکسی مسافروں کو اُس گیٹ کے سامنے اتارتی ہے جہاں سے اُن کی فلائٹ ہے۔ ائیر لائین کا نام بتانے کے باوجود ٹیکسی ڈرائیور نے ہمیں غلط گیٹ پر اُتار دیا۔ یہ ہمیں اندر جانے کے بعد علم ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے امیر 'فٹ' ہیں اس لئے کہ ہمیں سامان اُٹھا کر اپنے گیٹ کی طرف جو کچھ فاصلے پر تھا، بھاگنا پڑا۔ لیکن حضرت امیر کے 'فٹ' ہونے پر اظہار شکر کی اصل وجہ آپ کو بعد میں بتاتا ہوں۔ ہم چونکہ جلدی ٹیگل پہنچ گئے تھے اس لئے پریشانی نہیں تھی کہ فلائٹ چھوٹ نہ جائے۔

جہاز وقت پر سٹوک ہوم پہنچ گیا۔ جہاں امیگریشن میں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ سامان چونکہ ساتھ تھا ہم جلد ہی باہر آ گئے۔ کلیم بھائی کو پارکنگ نہ ملی تھی اس لئے انہیں جس ہوٹل میں ہماری رہائش تھی وہاں جا کر کار پارک کرنی پڑی۔ میں نے فون کیا تو وہ ہوٹل سے واپس ائیر پورٹ آ رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اور اُن کی اہلیہ ہمارے پاس تھے۔ ائیر پورٹ سے ایک بس سیدھی ہوٹل جاتی ہے لیکن ہم غلط بس میں بیٹھ گئے جو کہ ایک کار پارک میں پہنچ کر رُک گئی۔ وہاں سے ہوٹل نظر آ رہا تھا اس لئے ہم سامان اُٹھا کر پیدل ہی چل پڑے اور پیدل راستہ بھی تھوڑا ہی تھا۔ ہوٹل پہنچ کر ہمیں حیرانگی ہوئی کہ کلیم بھائی نے اپنی جیب سے پیسے لگا کر ایک اعلیٰ درجہ کا ہوٹل بک کروایا تھا اور میرے کہنے کے باوجود کہ میں اور حضرت امیر کمرہ شیئر کر لیں گے الگ الگ کمرے بک کروائے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے اور اُن کے کاموں میں برکت ڈالے۔

اسی روز ۱:۳۰ بعد از دوپہر پارلیمنٹ میں ہماری میٹنگ تھی۔ میٹنگ دو احباب کے ساتھ تھی۔ Marten Iofber اور Patrik Engstrom۔

پیٹرک ۔ پارلیمنٹ کے ممبر ہیں اور وزیر اعظم کے قریبی دوست اور مشیر ہیں ۔ دوسرے صاحب حکومتی پارٹی Socialdemokraterma ۔

میں امور خارجہ کے نائب ہیں ۔ میٹنگ کوئی ایک گھنٹہ سے زیادہ دیر تک ہوتی رہی ۔ جس میں حضرت امیر نے جماعت کا تعارف کروایا اور ہمارے تصورِ اسلام کے بارے میں گفتگو کی ۔ میں نے کہا سارے یورپ میں کہا جاتا ہے کہ اسلام دہشگردی کی تعلیم دیتا ہے صرف اور صرف ہمارے پاس قرآن اور حدیث سے ثبوت ہیں کہ یہ غلط ہے ۔ اس کے علاوہ حضرت امیر کا عید کا خطبہ بھی انگریزی اور سویڈیش میں پیش کیا ۔ یہ تراجم کلیم بھائی کی کوششوں سے ایک نومسلم ایان، جو جماعت کے ممبر بھی ہیں، کیا ہے، ایان ہمارے دوسرے لٹریچر کا سویڈیش میں ترجمہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

پیٹرک نے ایک گائیڈ کا انتظام کر رکھا تھا ۔ میٹنگ کے بعد اُن دونوں نے ہمیں پارلیمنٹ کی سیر کروائی ۔ پیٹرک جو وزیر اعظم کے مشیر ہونے کی وجہ سے انتہائی مصروف ہوتے ہیں قریباً تین گھنٹے ہمارے ساتھ گزارے ۔ چونکہ کافی دیر ہوچکی تھی کلیم بھائی نے اُن سے اجازت طلب کی اور ہم ایک ٹرکش ریسٹورنٹ میں کھانے کے لئے چلے گئے ۔ حضرت امیر نے صبح پانچ بجے ناشتہ کیا تھا اور اُس کے بعد شام چھ بجے تک، سوائے چائے کے، کھانے پینے کو کچھ نہ ملا۔

اگلے روز جمعہ تھا، فجر کی نماز اپنے کمروں میں ہی پڑھی ۔ ناشتے کے بعد حضرت امیر خطبہ کی تیاری میں مصروف ہوگئے ۔ مسٹر اور مسز کلیم حضرت امیر اور اُن کے خطبہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے دوبارہ ذاتی بیعت کی ۔ بعد از دوپہر ہم جماعتی امور پر گفتگو کرتے رہے ۔ علم ہوا کہ کچھ دیگر احباب بھی حضرت امیر سے ملنا چاہتے تھے لیکن پارلیمنٹ کی میٹنگ جمعہ سے جمعرات کو منتقل ہونے کی وجہ سے وہ نہ آسکے، اس لئے کہ وہ جمعہ کی چھٹی لے چکے تھے ۔ جس کا افسوس ہے ۔ شام کے کھانے کے بعد ہم جلد آرام کے لئے چلے گئے اس لئے کہ برلن واپسی کی فلائٹ بھی صبح سویرے تھی ۔ ہوٹل سے ائیر پورٹ تک بس چلتی ہے لیکن اُس میں رش بہت تھا ۔ میں اور حضرت امیر تو سوار ہوگئے لیکن ہمارے میزبانوں کے لئے کوئی جگہ نہ تھی ۔ انہوں نے کہا کہ ہم چلیں وہ ہمارے پیچھے دوسری بس میں آتے ہیں ۔ ائیر پورٹ پر بس کے دو سٹاپ ہیں ۔ ہم نے دوسرے سٹاپ پر اُترنا تھا ۔ سوائے حضرت امیر اور میرے باقی تمام مسافر پہلے سٹاپ پر اُتر گئے اور گو ہم گھنٹی بجاتے رہے لیکن بس دوسرے سٹاپ پر نہ رُکی ۔ سٹاپ گزرتے ہی میں بھاگ کر گیا اور ڈرائیور کو کہا کہ بھئی یہیں بس روک کر اُتار دو لیکن اُس نے انکار کر دیا اور کہا کہ بس سٹاپ کے علاوہ مجھے کہیں رُکنے کی اجازت نہیں ۔ اُس وقت پاکستان بہت یاد آیا کہ جہاں چاہو بس رُکوالو ۔ ڈرائیور کی قانون کی پابندی نے ہمیں مروا دیا اس لئے کہ پہلا بس سٹاپ موٹروے پر تھا ۔ میں نے حضرت امیر سے درخواست کی کہ بس کے چکر لگا کر دوبارہ آنے سے بہتر ہے کہ ہم یہیں اُتر جائیں ۔ سو ہم دونوں موٹروے پر اُتر گئے اور سامان اُٹھا کر ائیر پورٹ کی طرف بھاگے ۔ کاروں والے شور مچا رہے تھے کہ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے ۔ خاص طور پر اُس وقت جب ہمیں موٹروے کراس کرنا پڑا!!! بھاگتے بھاگتے ٹرمینل پہنچے جہاں کلیم بھائی اور اُن کی اہلیہ پریشان کھڑے تھے اور ہمیں فون کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں کہ ہمارے امیر کے 'فٹ' ہونے پر میں نے شکرانے کے نفل کیوں پڑھے تھے ۔ ٹیگل بھائی اظہر الدین، عامر اور ایک اور صاحب ہمیں ریسیو کرنے کے لئے موجود تھے ۔ حضرت امیر اُن کے ساتھ گھر تشریف لے گئے ۔ میں اگلے روز عید یو کے جماعت کے ساتھ کرنی تھی اس لئے میں اپنے جہاز کے انتظار میں ایگزیکٹیو لاؤنج میں چلا گیا۔

یہ مختصر روئیداد اس بات کی غماز ہے کہ اگر ہر جگہ ہم مل کر کام کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں ہم بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر سکتے ہیں ۔ کلیم بھائی نے پہلے مرکز کی ویب سائٹ سے بیعت کی اور اس طرح امریکہ میں طارق بھائی کو اُن کی بیعت کی اطلاع ہوئی ۔ یورپ بھر میں کوئی بھی مرکز کی ویب سائٹ کے ذریعہ اسلام یا احمدیت سے دلچسپی کا اظہار کرے تو طارق مجھے اُس کی تفصیلات بھیج دیتے ہیں ۔ میں نے اُن کی بھیجی ای میل کے ذریعے کلیم بھائی سے رابطہ کیا ۔ مجھے اس بات کی بہت کم امید تھی کہ مجھے کوئی جواب آئے گا ۔ اس لئے کہ سوائے چند ایک احباب کے دوسروں کا مقصد صرف بیعت کو سیاسی پناہ لینے کے لئے استعمال کرنا ہوتا ہے ۔ کلیم بھائی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ جماعت میں انتہائی دلچسپی کا اظہار بھی کیا اور

کہا کہ وہ اور اُن کا خاندان جماعت کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اُن دنوں یو کے جماعت نے ہر اتوار کی صبح نو بجے اُردو میں ایک لیکچر شروع کیا تھا۔ میں نے کلیم کو دعوت دی کہ وہ اُس میں شریک ہوں۔ یہ سارا خاندان اب بڑی باقاعدگی سے یہ لیکچر میں شمولیت اختیار کرتا ہے۔ جلد ہی میں نے اُنہیں ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت میں شمولیت کی دعوت دی جو کہ اُنہوں نے فوراً قبول کر لی۔ کچھ ماہ تبلیغ کے بعد انہوں نے ایک سویڈیش نوجوان کا جماعت سے تعارف کروایا اور کہا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف کلمہ پڑھا بلکہ بیعت کر کے جماعت میں بھی شامل ہوئے۔ اُن کا اسلامی نام ایان رکھا گیا ہے۔ یہ سب لوگ باقاعدہ سویڈن سے انگلستان اپنا چندہ بھیجتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کا حکم ہے:

۲۰۱۵ میں عید سے قبل انہوں نے مجھے فون کر کے پوچھا کہ عید کیسے منائیں تو میں نے تجویز دی کہ وہ ہمارے ساتھ ورچول مئوسک پر عید میں شامل ہو جائیں۔ کلیم بھائی کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور انہوں نے اپنے علاقے کے جس جس مسلمان کو وہ جانتے تھے اس کی اطلاع دی کہ عید الفطر کی نماز اُن کے گھر ہو گی اور اس طرح عید پر کلیم، اُن کی فیملی، ایان اور قریباً پندرہ کے قریب عرب مسلمان بھی اُن کے گھر اکٹھے ہو گئے۔ سب نے حضرت امیر کا خطبہ انگریزی میں سنا اور اُن کے پیچھے بذریعہ انٹرنیٹ نماز ادا کی! اور اس کے بعد کلیم بھائی نے سویڈن سے فون کر کے حضرت امیر سے بات بھی کی اور یہیں سے سویڈن میں جماعت کے قیام کی بات شروع ہوئی۔ اسی طرح ایسٹونیا میں مقیم ایک ہندو جو مسلمان ہوئے ہیں وہ ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں۔ ان سب کاموں میں ویب سائٹ بنانے والے، اُس کی دیکھ بھال کرنے والے، جو ویب سائٹ پر بھیجے جانے والے پیغاموں پر مناسب ایکشن لیتے ہیں وہ سب شامل ہیں۔ جن کی کوششوں اور قربانیوں سے انشاء اللہ سویڈن میں جماعت قائم ہو جائے گی۔ اس طرح بین الاقوامی تعاون اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے ہم بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں۔

بقیہ: قربانی کا فلسفہ نفس کے خلاف جہاد ہے

لتکبروا اللہ علی ما ھداکم(37:22) یعنی خدا کی اس ہدایت کو یاد کر کے انسان اس سے یہ نفع اٹھاوے کہ ہر آن خدا کی تکبیر کرتا رہے یعنی اس کی بڑائی اور عظمت کو ہر وقت مدنظر رکھ کر اپنے نفس کو جانور کی طرح اپنے بس میں کر کے اس کی ہستی پر چھری چلاتا رہے۔ جس طرح خدا کے احکام کی عظمت کے آگے اپنے نفس کو جانور کی طرح تابع فرمان بنا کر اس کی خواہشات پر چھری پھیرتا ہے۔ کیونکہ خدا کی تکبیر تب ہی قائم رہتی ہے جب نفس کی ہر خواہش پر جو خدا کے حکم کے خلاف ہو، چھری پھیر دی جائے۔ جو شخص نفس کی پیروی کرتا ہے، وہ خدا کی عظمت اور بڑائی کو اس وقت بھلا دیتا ہے اور نفس کا خود محکوم ہو جاتا ہے۔

تکبیر اور قربانی کی اصل حقیقت

پس ایک متقی خدا کی تکبیر پر مداومت کرنے والا ہی انسان ہو سکتا ہے جو خدا کی بڑائی اور اس کے احکام کی عظمت اور کبریائی کے آگے مخلوق اور نفس کی کوئی حقیقت نہ سمجھے بلکہ نفس کو اپنا تابع بنا کر اپنی تمام خواہشات پر خدا کی تکبیر پڑھتا ہو۔ یعنی اس کے احکام کی عظمت کو مدنظر رکھتا ہوا چھری پھیرتا رہے۔ یہ ہے راز قربانی کا اور اس پر تکبیر پڑھنے کا۔ اور یہ ہے وہ تقویٰ جو خدا تک پہنچتا ہے۔ یعنی انسان ہر وقت خدا کی تکبیر کو مقصود خاطر رکھتے ہوئے ماسویٰ اللہ پر چھری پھیرتا رہے۔ اور خدا کی عظمت سے محبوب تر چیز کو خدا کی بڑائی اور عظمت اور محبت پر قربان کر دے۔ تکبیر اور قربانی کی اصل حقیقت یہی ہے۔ اور اس مقام پر وہی پہنچتا ہے جو محسن ہو۔ یعنی خدا کو ایسا سمجھے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ جس شخص کی نظر ہر وقت خدا کی کبریائی پر ہوتی ہے وہ ہر چیز کو جو اس کے راستے میں حائل ہو قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اس کی محبت کاملہ کے آگے ہر قسم کی محبت کو ذبح کر دیتا ہے اور یہی اصل اور کامل توحید ہے جو کامل قربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جب تک قربانی کامل نہ ہو توحید کامل نہیں ہوتی۔ مبارک ہے وہ جو قربانی کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ ایسوں کے لئے خدا بشارت دیتا ہے، بشر المحسنین (37:22) کہ اللہ احسان کرنے والوں کو دین اور دنیا کی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے۔ (ماخوذ از بشارات احمدیہ، جلد دوم ص ص 289-292)

آسمان آگ برسانے کو ہے

حارثہ عزیز

دنیا بدل رہی ہے بلکہ بدل چکی ہے۔ کل افغانستان میں آسمان سے آگ برسی اور یک چشم زدن جیتے جاگتے انسان اجل بن گئے۔ انسانی خون سڑکوں پر ایسے بہہ رہا تھا جیسے انسان نہیں جانوروں کی قربانی دی گئی ہے۔ آسمان سے آگ برسی اور عراق میں سینکڑوں مقدس انسانی جانوں کے چیتھڑے ہر سو بکھر گئے۔ ملک شام کی طرف پوری دنیا کے مسلمان نظر لگائے بیٹھے ہیں کہ اس کے مشرقی کنارے پر کب مسیح اترتے ہیں کہ ان کی کھوئی عزت بحال کرائیں۔ اس شام کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے۔ آسمان سے آگ برستی ہے تو شام کی گلیوں میں انسانی نوحے اس قدر آہ وفغاں مچاتے ہیں کہ الامان الحفیظ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ ان معصوم اور بے گناہ انسانوں کی ماتم کی آواز اگر نہیں سنائی دیتی تو مسلمانوں کے راہنماؤں کو یا پھر علمائے دین کو۔

آسمان سے آگ برستی ہے اور اس سے جلتے بدن جب چیختے ہیں تو ان کی آواز جرمنی میں یہود ونصاریٰ تو سن لیتے ہیں مگر وہ مسلمانوں کے حکمرانوں اور نام نہاد خیر خاہوں کی آنکھوں پر جہل کا پردہ بدستور قائم رہتا ہے۔

آسمان کا غضب بھڑکا ہے اور آسمان آگ برسانے کو ہے۔ اس قدر آگ کہ تصور سے بھی باہر ہے۔ آسمان اس قدر غضب ناک ہوا کہ اس دنیا کی مقدس ترین ہستی جس کے لئے خدا کا وعدہ ہے کہ کون ومکان اس کے لئے بنائے گئے ہیں اسی کی مسجد نبویؐ کے اندر ایک عرب کا رہنے والا انسان اپنی جان کے ساتھ ساتھ بے گناہوں کے خون سے زمین کو رنگ دیتا ہے۔

بنگلا دیش جیسے پُر امن ملک میں چند نوجوان Adventure کے نام پر معصوم لوگوں کا گھیراؤ کرتے ہیں اور ہر انسان جو قرآن نہیں پڑھ سکتا اسے قتل نہیں بلکہ ذبح کردیتے ہیں اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ آسمان آگ برسانے کو ہے کیونکہ جس اللہ کے نام پر انسانوں کو ذبح کیا جاتا ہے وہ اللہ تو حکم دیتا ہے کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے ساری انسانیت کا قتل کیا۔

میں اخبار میں پڑھتی ہوں کہ ایک بنت حوا غیرت کے نام پر قتل کی جاتی ہے۔ ایک بیٹی باپ کی عزت کے نام پر قربان کردی جاتی ہے۔ ایک بہن بھائی کی ناموس کی بھینٹ چڑھادی جاتی ہے۔ ایک بیوی آج کے دور میں بھی خاوند کے نام پر زندہ درگور کردی جاتی ہے۔

جب میں اپنے اردگرد نفسا نفسی کا عالم دیکھتی ہوں، رشتوں کو چند ٹکوں کی خاطر بکتا دیکھتی ہوں، انسانی عزت وتکریم کو چند روپوں کی خاطر بکتا دیکھتی ہوں، جب ایک طرف دولت کے پہاڑ اور دوسری طرف چند لقموں کے مدقوق چہروں پر نظر ڈالتی ہوں تو میرے کانوں میں صدا گونجتی ہے **الھکم التکاثر** تو مجھے یقین آجاتا ہے کہ آسمان آگ برسانے کو ہے۔

جب میں ایک کلمہ، ایک قرآن، ایک رسول، ایک شریعت کے ماننے والوں کو باہم دست وگریبان پاتی ہوں۔ مساجد سے کفر اور قتل کی شعلہ بیانی سے معاشرے میں جلتی آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھتی ہوں۔ جب قاتل بھی لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرتا ہے اور مقتول بھی زمین پر ایڑھیاں رگڑتے لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ جب میں پرسوز آواز میں قرآن کی تلاوت سنتی ہوں مگر قرآن حلق سے نیچے اترتا نہیں پاتی، تو میں قرآن کو صدا دیتے پاتی ہوں **قوم اتخذوا ھذا القرآن مھجورا** ۔ اس قوم نے مجھے دھتکاری ہوئی چیز قرار دیا۔ جب قرآن ہی یہ صدا پکارے تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ آسمان آگ برسانے کو ہے۔

ذرا اسلامی ممالک پر نظر دوڑائیے جنہیں سکول میں ہونا چاہیے وہ ورک شاپ میں تیل میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں قلم و کتاب ہونی چاہیے ان کے ہاتھوں میں بندوق نظر آتی ہے یا بھیک مانگنے والے ،سکول جہاں استاد اور کتاب ہونی چاہیے وہاں اصطبل اور گھوڑے ملتے ہیں۔ ہر طرف جبر کا عالم ہے۔

خانگاہوں اور مزاروں کے دیپ تو دیسی گھی سے جلتے ہیں مگر مفلس کا پیٹ خالی، وہ بھوک سے ایڑیاں رگڑتا نظر آتا ہے۔قرآن تو یتیم و مفلس کو دھتکارنے والے کو دین کا جھٹلانے والا قرار دیتا ہے۔

وہ جو دین کی حفاظت کرنے والا، وہ جو اسلام کی خاطر اپنی جان مال اور عزت و آبرو کو داؤ پر لگانے والا، وہ انسان جو صلیب کو توڑنے والا، قرآن کو دلوں میں اتارنے والا، وہ انسان جو انسانی جان اور خون کی حرمت سکھانے والا، اپنے پیروکاروں کے دلوں میں خدمت اسلام کی لگن ڈالنے والا، وہ جو مغرب میں اسلام کے جھنڈے کو لہراتا دیکھنے والا، لندن کی گلیوں میں سفید پرندوں کا شکار کرنے والا، علم کی شمع روشن کرنے والا، مسلمانوں کا محسن کہلانے کے بجائے غدار، منافق اور زندیق جیسے القابات کا مستحق ٹھہرے جو عزت کی بجائے نفرت کی آگ میں پھینک دیا جائے اور اس کی اور اس کے ماننے والوں کی تکفیر کر کے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دی جائے تو قرآن کی صدا سنائی دیتی ہے **هل جزا الا احسان الا احسان**

''کیا احسان کی جزا احسان نہیں''

میں یقین سے کہتی ہوں کہ آسمان آگ برسانے کو ہے۔

خدا ہمیں ان آگ کے شعلوں میں جھلسنے سے بچائے اور ہمیں وہ وقت نہ دکھائے کہ اس کرہ ارض میں اس کو بجھانے کے لئے پانی کی بجائے انسان کے مقدس خون کی ندیاں چلیں۔

☆☆☆☆

شادی خانہ آبادی

تمام احباب جماعت کو یہ اطلاع پا کر انتہائی خوشی اور مسرت ہوگی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر عبید اللہ سعید صاحب محترم لیاقت علی صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ گزشتہ دنوں رشتہ ازدواج کے بندھن میں بندھ گئے ہیں۔

ہم ادارہ پیغام صلح کی طرف سے حضرت امیر قوم کو ان کے صاحبزادے کی شادی پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ زوجین کی آنے والی زندگی کو خوشیوں اور مسرتوں سے بھر دے اور یہ رشتہ دونوں خاندانوں کے درمیان پیار محبت اور اُلفت کا باعث ہو۔آمین

معلوماتی لیکچر برائے شوگر مریضاں

سنٹرل انجمن کے زیر اہتمام ماہِ اکتوبر میں دارالسلام لاہور، پاکستان میں ''شوگر کے مریضوں کے لئے'' ایک مفید معلوماتی لیکچر رکھا گیا۔

یہ لیکچر محترم ڈاکٹر مجاہد احمد سعید صاحب نے دیا جو کہ گزشتہ دنوں برطانیہ سے پاکستان گئے ہوئے تھے۔اس لیکچر میں ذیابیطس کے پیدا ہونے کی وجوہات، علامات اور بچاؤ کے طریقوں سے آگاہ کیا گیا۔

اس لیکچر کو شوگر کے مریضوں نے انتہائی مفید پایا اور ڈاکٹر مجاہد احمد سعید صاحب اور سینٹرل انجمن کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے جماعت کے احباب کے لئے ایسے مفید لیکچر کا اہتمام کیا۔

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب کے دستِ مبارک سے ایمسٹرڈیم میں لاہور احمدیہ مسجد کی افتتاحی تقریب

از محترم ہینک نصیر، صدر ایمسٹرڈیم جماعت، نیدرلینڈ

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام، ایمسٹرڈیم (نیدرلینڈ) 17 ستمبر 1978 کو وجود میں آئی۔ 70 جیرالڈسٹراٹ ایمسٹرڈیم میں تعمیر شدہ یہ مسجد گذشتہ 38 سالوں سے زیر استعمال تھی۔ یہ احمدیہ مسجد، نیدرلینڈ کے دارالخلافہ ایمسٹرڈیم میں ایک ایسی مصروف شاہراہ پر تھی کہ بسا اوقات وہاں تک پہنچنا اور گاڑی پارک کرنا مشکل ہوجاتا تھا۔ خاص مواقع پر لوگوں کی زیادہ تعداد کی شمولیت کی وجہ سے مسجد میں جگہ کم پڑ جاتی تھی اور لوگوں کو تنگی اور گھٹن کا احساس ہوتا تھا۔ لہٰذا سالہا سال سے جماعت کی یہ خواہش رہی کہ مسجد کے لئے کوئی اور مناسب جگہ تلاش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت سے 2016ء میں جماعت کو اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کا موقع ملا۔ مارچ 2016ء سے ایمسٹرڈیم کے ایک پُرسکون اور خوبصورت علاقہ 300 اوور پیڈ اوس ڈراپ کی ایک خوبصورت اور کشادہ عمارت میں ہماری مسجد قائم ہے۔ مسجد کی پہچان اس کی خوبصورت گنبد نما عمارت ہے اور مسجد کے سامنے ہی اوسٹرپ کے علاقہ اِن فارٹ پولیس سٹیشن ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی نئی مسجد کا نام الصبر ہے۔ مسجد تک پہنچنا انتہائی آسان ہے جبکہ گاڑی پارک کرنے کے لئے مفت اور وافر جگہ مہیا ہے۔ مسجد کے دروازے گردونواح میں رہنے والے اور جماعتِ احمدیہ لاہور کے ہم خیال افراد کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ عمارت کا ایک حصہ دیگر لوگوں کو مذہبی مجالس اور لیکچرز کے لئے کرائے پر دیا جاتا ہے۔ جماعتِ احمدیہ لاہور کے موجودہ سربراہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ نے 18 ستمبر 2016 بروز اتوار مسجد کا افتتاح فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائی اور ہمارے لئے ان کی تشریف آوری افتخار کا موجب ہوئی۔ آپ نے نہایت عمدہ افتتاحی تقریر فرمائی اور بطور شکرانہ دو نفل نماز کی امامت فرمائی۔

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

خبرنامہ برلین مسجد

ماہ: اگست، ستمبر اور اکتوبر میں کارگزاری کی رپورٹ

از: عامر عزیز الازھری (امام برلین مسجد)

بلجیم سے طلباء کے ایک گروپ کا ایک ہفتہ قیام

23 سے 28 اگست: بلجیم سے 12 طلباء اور 4 گائیڈ کے ہمراہ ایک گروپ نے مشن ہاؤس میں قیام کیا۔ ان طلباء کا یہ تعلیمی اور تفریحی دورہ تھا جس کا اہتمام کوننگ کیون تنظیم نے کیا تھا۔ یہ ایک اچھا موقع تھا کہ طلباء کو ایک ہفتہ کے دوران اسلام کی تعلیمات اور تحریک احمدیہ کے مقاصد سے متعارف کروایا گیا۔ اس دوران طلباء کو نہ صرف لیکچر دیئے گئے اور انہوں نے سوال و جواب میں حصہ لیا بلکہ انہوں نے مسجد، مشن ہاؤس اور اردگرد باغ کی بڑی محنت سے صفائی اور تزئین کی اور نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں بھی شرکت کی۔ اس دوران اسلام کے بارے میں طلباء کے علم میں کافی اضافہ ہوا۔ قیام کے اختتام پر طلباء نے تحریری اور تصویری شکل میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ ان کو دیکھ کر امام صاحب حیران بھی ہوئے اور انہیں خوشی بھی ہوئی کہ انہوں نے اسلام، نمازوں میں شرکت اور پھر مشن ہاؤس کے قیام کے بارے میں انتہائی خوبصورت خیالات کا اظہار کیا۔ امام صاحب نے اپنی الوداعی تقریر میں اس امید کا بھی اظہار کیا کہ اب جبکہ آپ کو ایک تاریخی مسجد میں اسلام اور اس کی عبادات کے بارے میں صحیح علم حاصل ہو گیا ہے۔ آپ ان غلط اور انتہا پسند سرگرمیوں کو جو ایک مخصوص گروپ اسلام کے نام پر کر رہا ہے، اسلام ہرگز نہ سمجھیں گے۔

امام صاحب کو امید ہے کہ ان طلباء میں سے کچھ ایسے ضرور ہوں گے جو اپنے اپنے ملک جا کر اگر ان کو مناسب موقع ملا تو وہ اپنے اہل وطن کو موثر طریق پر بتائیں گے کہ اسلام وہ نہیں جو یہ انتہا پسند عملاً کر رہے ہیں یا جو یہ اپنے پیغامات میں بتا رہے ہیں۔

تحریک احمدیت کا یہی بنیادی مقصد ہے کہ وہ دنیا میں خدا کو ماننے

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس منتظمہ برلین مسجد کے اہم اجلاس کی صدارت کی۔

مسجد کی مرمت اور رنگ وروغن کے سلسلہ میں پہلے مرحلہ کی تکمیل اور دوسرے اور تیسرے مراحل کے کاموں اور اخراجات کا جائزہ لیا گیا۔

تینوں مراحل پر اخراجات کا اندازہ تقریباً دس کروڑ روپیہ ہے۔

پہلے مرحلہ کے لئے ایک کروڑ اور چالیس لاکھ روپیہ کی ادائیگی کا انتظام ہو گیا ہے۔

بقیہ 8 کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ کے لئے مختلف ممالک میں جماعتوں سے عطیہ جات کی اپیل کے منصوبے کو حتمی شکل دی گئی۔

والے تین بڑے مذاہب میں افہام وتفہیم کے ذریعہ قربت پیدا کرنے کی کوشش کرے تاکہ موجودہ نفرت اور تصادم کی فضا دُور ہو۔ اس تحریک کا مقصد لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے سے زیادہ آپس میں اچھے تعلقات اور ایک دوسرے کے صحیح اعتقادات کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہے۔

9 ستمبر: حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ، سربراہ لاہور احمدیہ تحریک، نے برلین مسجد میں ایک ہفتہ قیام کیا۔ اس دوران میں انہوں نے عیدالاضحیٰ کے علاوہ جمعہ کے اجتماعات اور کئی اہم تقریبات اور مجلس منتظمہ مسجد برلین کی اہم میٹنگ کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں مسجد برلین کی مرمت اور اس میں دیگر سہولتوں کی فراہمی اور اس سلسلہ میں اُٹھنے والے اخراجات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور کئی اہم اقدامات لینے کا بھی فیصلہ ہوا۔

تاریخی عمارات کے تحفظ کا دن

11,10 ستمبر: یہ دن مونیومینٹ اوپن ڈے یعنی ''تاریخی عمارات کے تحفظ'' کے دن کے طور پر منائے جاتے ہیں۔ اس دوران تمام مذہبی، سماجی اور ادبی اہمیت کی عمارات اور مراکز کھلے رکھے جاتے ہیں اور ان میں مختلف نوعیت کی تقریبات کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ تاکہ زائرین ان عمارات کی تاریخی اہمیت اور سرگرمیوں کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔ برلین مسجد دونوں دن 10 بجے صبح سے 6 بجے شام تک کھلی رکھی گئی۔ 450 سے زائد مختلف شعبہ ہائے زندگی اور عمروں کے مرد، خواتین اور بچے مسجد تشریف لائے۔ انہیں پاور پوائنٹ اور مختصر تقریر کے ذریعہ مسجد کی تاریخ، سرگرمیوں کا مختصر جائزہ اور تحریک احمدیہ کے مقاصد سے روشناس کروایا گیا۔ زائرین کی تواضع کے لئے چائے، کافی اور بسکٹ کا انتظام بھی تھا۔ خواہشمند احباب کو قرآن مجید کے جرمن اور انگریزی زبان میں تراجم کی کاپیاں بھی تحفتہً دی گئیں۔ اس موقع پر ووکنگ (انگلستان) سے ہمارے بھائی اظہر الدین احمد صاحب نے بھرپور انداز میں خدمت سرانجام دی اور ایئر پورٹ سے مہمانوں کو مسجد لانے کی ذمہ داری کو خوب سرانجام دیا۔

12 ستمبر: اس دن عیدالاضحیٰ کی مبارک تقریب تھی۔ نماز عید میں کافی تعداد میں احباب وخواتین نے شرکت کی۔ اس میں رومن کیتھولک اکیڈمی کے سربراہ، بدھ مت اور سکھ کمیونٹی کے افراد، لانگ نائٹ پروگرام کے سربراہ، ڈینش چرچ، برلین کے پادری اور ان کا عملہ، کوریا اور چینی برادری کے چند افراد اور مسجد کے بعض ہمسایہ لوگوں نے بھی شرکت کی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا خطبہ عید اور تقریب کے دیگر حصوں کو ایک روسی ٹیلی ویژن نے براہ راست دکھایا اور یہ ''فیس بک'' پر بھی موجود رہا۔ اس خطبہ کے جرمن، فرانسیسی اور عربی زبانوں میں تراجم بھی اس موقع پر طبع شدہ موجود تھے۔ جو متعلقہ لوگوں کو موقع پر ہی فراہم کیے گئے تھے۔ جس کے ذریعہ ہر ایک اس خطبہ سے مستفید ہوا۔ بعد ازاں مسجد کے باغ میں کھانے کا انتظام تھا۔ لندن سے آئی ہوئی ایک فلسطینی خاتون نے عربی زبان میں نعت سنائی جس سے حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔

16 ستمبر: جمعہ کا خطبہ اور نماز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔ امام برلین مسجد محترم عامر عزیز صاحب نے خطبہ کا جرمن اور عربی زبان میں خلاصہ پیش کیا۔ نماز میں معمول کے نمازیوں کے علاوہ شام کے مہاجرین اور انگلستان، پاکستان، ہالینڈ اور سرینام کے جماعت کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

17 ستمبر: لونگ نائٹ آف ریلیجنز یعنی ''تمام مذاہب کے لئے رات بھر'' کا پروگرام تھا۔ اس دن تمام مذاہب کی عبادت گاہیں کھلی رکھی جاتی ہیں۔ مقامی انتظامیہ اس میں بھرپور حصہ لیتی ہے۔ اس تقریب کے سلسلہ میں انتظامیہ کی طرف سے تعارفی کتابچہ اور پوسٹر تمام اداروں کو فراہم کئے جاتے ہیں۔ برلین شہر کے ایک مرکزی عمارت میں صبح کے وقت تمام مذاہب کے نمائندگان کا اجلاس ہوتا ہے جس میں برلین کے میئر خطاب فرماتے ہیں اور

مذہبی اور سماجی ہم آہنگی اور گہرے تعلقات بڑھانے میں اس دن کی اہمیت بیان کی جاتی ہے اور اس سلسلہ میں لوکل گورنمنٹ کی طرف سے جو نئے یا آئندہ کے لئے اقدامات ہوتے ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔اس مرتبہ سکھ برادری کی طرف سے لذیذ پکوانوں کا بڑے پیمانے پر اہتمام تھا جس سے لوگ بے حد لطف اندوز ہوئے۔

عبادت گاہیں شام 5 بجے سے رات 12 بجے تک کھلی رکھی گئیں۔ 200 سے زائد لوگ مسجد تشریف لائے۔پاور پوائنٹ کے ذریعہ معلومات فراہم کی گئیں اور سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوا۔ ہر گھنٹہ کے بعد تعارفی پروگرام پیش کیا گیا اور اس دوران نماز ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی باجماعت لوگوں کی موجودگی میں ادا کی گئیں۔اسلام اور تحریک احمدیت کے بارے میں لٹریچر کے علاوہ قرآن مجید کے انگریزی اور جرمنی زبان میں تراجم خواہشمند احباب کو پیش کئے گئے۔

اس موقع پر حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ذیل کے دیگر ملکوں سے آئے ہوئے احباب جماعت نے بھی شرکت کی۔میاں عمر فاروق صاحب، نائب صدر مرکزی احمدیہ انجمن لاہور اور ان کی اہلیہ غزالہ فاروق صاحبہ، ملتان (پاکستان)، محترم سعادت احمد صاحب، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، فنانشل سیکرٹری مرکزی احمدیہ انجمن (لاہور پاکستان)، محترم اے۔ایس سنتو صاحب، راٹرڈیم (ہالینڈ)۔ابوسعید حسینی صاحب اور ان کی اہلیہ صفورہ حسینی صاحبہ، المیر (ہالینڈ)۔بیگم خالدہ بدلو صاحبہ، پارہ ماریبو (سرینام) محترم خرم سلیم صاحب اور ان کی اہلیہ سمیرا سلیم صاحبہ (فرینکفورٹ، جرمنی)، بیگم امینہ اقبال صاحبہ، زوجہ پروفیسر ظفر اقبال صاحب مرحوم (فرینکفورٹ، جرمنی)، آنسہ منال احمد صاحبہ (فرینکفورٹ، جرمنی)، مدثر احمد صاحب، (فرینکفورٹ جرمنی)، انشال احمد صاحب یونیورسٹی طالب علم، ویانا (آسٹریا)، ناصر احمد صاحب (ملٹن کینز، انگلستان) اور مدثر عزیز صاحب، ہیگ (ہالینڈ)۔حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی دو مرتبہ حاضرین سے خطاب کیا اور بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے۔۔حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہدایت پر ناصر احمد صاحب نے آخر میں دعا کروائی اور اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔اس موقع پر بھی لوگوں کے لئے چائے، کافی، مشروبات اور بسکٹ کا اہتمام تھا۔

27 ستمبر: ایک بڑے گروپ کو اسلام اور تحریک احمدیت اور برلین مسجد کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا موقع ملا۔اس گروپ میں مختلف ممالک کے لوگ شامل تھے۔اس کی سربراہی امریکہ کے پن سلوینیا کے مڈل ایسٹ فورم کے صدر، ڈینیل پائپس کر رہے تھے۔اس گروپ میں امریکہ، آسٹریلیا، جرمنی، برطانیہ اور دیگر ممالک کے نمائندے شامل تھے۔یہ گروپ یورپ میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے دورہ کر رہا تھا۔امام مسجد برلین نے انگریزی میں اسلام، تحریک احمدیت اور مسجد کے بارے میں خطاب کیا۔پروگرام میں اتنی دلچسپی پیدا ہوئی کہ یہ دن کے 1 بجے سے 3 بجے تک جاری رہا۔ اس پروگرام کا اہتمام برلین انٹرنیشنل سینٹر برائے اینٹی سیمیٹ ازم کے ڈائریکٹر ڈاکٹر کلیمنز نے کیا تھا۔اس گروپ میں پی ایچ ڈی کئے ہوئے احباب اور انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والے لوگ بھی شامل تھے۔ان میں ایک پاکستانی خاتون بھی تھیں جو کینیڈا میں ”کاونسل برائے مستقبل میں مسلمانوں کو پیش آمدہ حالات“ کی صدر تھیں۔ان کو تحریک احمدیت لاہور کے متعلق معلومات حاصل ہونے پر حیرانگی ہوئی۔وہ اس بارے میں قطعاً لاعلم تھیں۔

امام برلین مسجد کے تعارفی تقریر کے بعد گروپ کے سربراہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس بات کا برملا ذکر کیا کہ لاہور احمدیہ گروپ ہی مغربی دنیا میں اسلام کی امید بن کر ابھرے گی۔انہوں نے اس بات کا تفصیل سے ذکر کیا کہ امریکہ کی نیشن آف اسلام تنظیم جس کی بنیاد ایلیجا محمد مرحوم نے رکھی تھی اور پھر اس کو لوئس فرح خان نے مزید منظم کیا اور آج بلالین مسلمانوں کی یہ تنظیم بجا طور پر امریکہ میں اسلام کی ایک موثر آواز ہے۔اس تنظیم کے بانی اور اس کے ممبران کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانے اور لٹریچر فراہم کرنے میں تحریک احمدیت لاہور اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی کتب اور خاص طور پر

ان کا انگریزی ترجمۃ القرآن نے کلیدی کردار ادا کیا اور اب بھی یہ کتب اسلام کے بارے میں روشن خیالات حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔ انہوں نے اس بات کا ذکر بھی کیا کہ تحریک کے اس لاہور گروپ نے اسلام کی تعلیمات کی جو خوبصورت اور مدلل تصویر پیش کی ہے۔ وہی اسلام کی صحیح تصویر ہے جو دنیا میں مقبولیت حاصل کر رہی ہے اور اسی کے ذریعہ اسلام کے بارے میں تشدد اور انتہا پسند خیالات کا رد ممکن ہے اور اسی کے ذریعہ مذہبی دنیا میں افہام و تفہیم اور اچھے تعلقات کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔

تمام شرکاء نے ''پاور پوائنٹ'' پر مہیا کردہ معلومات اور نکات کی تصاویر لیں۔ امام صاحب نے اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتاب ''برٹش گورنمنٹ اور جہاد'' میں درج جہاد کے بارے میں نکات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ جس سے سامعین خاصے متاثر ہوئے۔

انہیں ہمارا موٹو اسلام کا مطلب I Shall Love All Mankind یعنی اسلام ساری انسانیت سے پیار سکھاتا ہے، بے حد پسند آیا۔ انہیں ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کا کتابچہ ''اسلام، پیس اینڈ ٹالرنس'' کی کاپیاں بھی دی گئیں۔

30 ستمبر: نماز جمعہ کے بعد 25 افراد کے ایک گروپ نے مسجد کا دورہ کیا۔ ان کے لئے ایک مختصر تقریر اور پاور پوائنٹ کے ذریعہ مسجد کی تاریخ اور اسلام کے متعلق مختصر تعارف پیش کیا گیا اور لٹریچر دیا گیا۔ گفتگو کے دوران ان پر واضح کیا گیا کہ اسلام امن کا پیغام دیتا ہے اور اس پیغام کی صحیح تصویر کو پیش کرنا ہی تحریک احمدیت کا اصل مقصد ہے۔

اوپن ڈے برائے مساجد

3 اکتوبر: جرمنی میں اس تاریخ کو بطور ''اوپن ڈے'' برائے مساجد منایا جاتا ہے۔ اس دن برلین میں تمام مساجد کھلی رکھی جاتی ہیں۔ دراصل یہ دن جرمنی کے اتحاد کا دن بھی ہے جس دن جنگ عظیم دوم کے بعد تقسیم ہونے والا جرمنی پھر سے متحد ہوا اور دیوار برلین کو توڑ کر ختم کیا گیا۔ اس کا حکومت کی طرف سے باقاعدہ اعلان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ برلین مسجد بھی 11 بجے صبح سے شام 5 بجے تک کھلی رکھی گئی۔ اللہ کے فضل سے تقریباً 150 افراد انفرادی اور گروپوں کی شکل میں مسجد میں تشریف لائے۔ ان کو پاور پوائنٹ کے ذریعے مسجد کی تاریخ اور اسلام کے بارے میں تعارف پیش کیا گیا۔ سوال و جواب کا سلسلہ بھی گاہے بہ گاہے ہوا۔ زائرین میں مسجد، اسلام اور تحریک احمدیت کے بارے میں لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

اس مرتبہ اس تقریب کی اہم بات یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے اس کی تشہیر کے لئے خاص اہتمام کیا گیا۔ عام طریق سے ہٹ کر مقامی RBB ٹیلی ویژن اور ریلوے سٹیشن پر بڑے بڑے پوسٹر کے ذریعہ لوگوں کو اس کی اطلاع پہنچائی گئی۔ ہمارے نہایت عزیز دوست کرسچن فیصل جو برلین کے ایک معروف فوٹو گرافر ہیں انہوں نے برلین کے مرکزی ریلوے اسٹیشن پر ایسے ہی ایک پوسٹر کی تصویر ہمیں بھجوائی ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لئے شائع کی جا رہی ہے۔ جرمن زبان میں اس پوسٹر پر یہ عبارت خوبصورت انداز میں درج تھی۔ جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے:

برلین کی مساجد کے دروازے کھلے رہیں گے
بروز سوموار ''اوپن ڈے مساجد'' کے لئے
مسلمانوں کی 26 جماعتوں کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے
پورے ملک میں 20 ویں تقریب کا انعقاد
اسلام اور مسلمانوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے خواہشمند
احباب کو مساجد اور عبادت گاہوں میں خوش آمدید

قبول اسلام

7 اکتوبر: اللہ کے فضل سے جناب انڈریاس رائی ریلے نے امام مسجد برلین کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ یکم مئی 2016ء سے اب تک محترم عامر عزیز صاحب کے ذریعہ 6 اشخاص قبول اسلام کر چکے ہیں۔ موجودہ بھائی کا اسلامی

نام حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہدایت پر عدنان رکھا گیا ہے۔احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بھائی کو اسلام کی تعلیمات پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مختلف مذاہب کے نمائندوں کی میٹنگ

10 اکتوبر: مختلف مذاہب کے نمائندوں کی تنظیم (AKR) کا اجلاس برلین مسجد میں ہوا۔یہ برلین کی قدیم ترین تنظیم ہے۔اس کی تشکیل اور اس کی سرگرمیوں میں برلین مسجد کے لوگوں کا اہم کردار رہا۔برادرم محمد علی صاحب برلین مسجد کی طرف سے اس تنظیم کے اجلاس میں آخری بار شریک ہوئے تھے۔انہوں نے ہی موجودہ امام عامر عزیز صاحب کا اس تنظیم کے ممبران سے تعارف کروایا تھا۔کئی سالوں کے بعد اس تنظیم کا اجلاس برلین مسجد میں منعقد ہوا۔اللہ کا شکر ہے برلین مسجد دوبارہ اس میں شریک ہو رہی ہے۔امام مسجد برلین نے اس موقع پر مسجد کی تاریخ اور تحریک احمدیہ لاہور کے پیغام کو پاور پوائنٹ کے ذریعہ موجود ممبران کے سامنے پیش کیا۔اس کے بعد اجلاس کے ایجنڈے پر تقریباً 2 گھنٹے تک گفتگو ہوتی رہی۔

پوسٹ گریجویٹ فیلوز کی آمد

اسی دن برلین کے ٹرانس ریجنل آرٹس، ہسٹری اور آرٹ کے مطالعہ کرنے والے پوسٹ گریجویٹ طلباء کی ایک جماعت برلین مسجد تشریف لائی۔امام صاحب نے مسجد کے بارے میں تاریخ اور تحریک احمدیت کے بارے میں تفصیلات پاور پوائنٹ پیش کیے،اس کے بعد ایک گھنٹہ تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔یہ گفتگو کافی دلچسپ رہی اور فیلوز کے تحقیقی کاموں میں بارے میں بھی انتہائی علمی معلومات کا علم ہوا۔اس گروپ کو لاہور احمدیہ تحریک کے نظریات اور کام کے بارے میں جان کر حیرانگی ہوئی۔اس گروپ میں ہندوستان کے دو ریسرچ سکالر بھی تھے جن کو تحریک احمدیت کے متعلق خاصہ علم تھا۔

☆☆☆☆

وفات حسرت آیات

”ہم اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور اسی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیں“

ہم سب کے لئے انتہائی دُکھ کی بات ہے کہ دوران سال ماہ اکتوبر میں درج ذیل احباب اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

جماعت کا ہر فرد ان احباب کی کمی محسوس کرتا اور ان کے اہل خانہ کے دُکھ میں برابر کا شریک ہے۔

اللہ رب العزت مرحومین کی نیکیوں کو قبول و منظور فرماتے ہوئے کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں بلند اور اعلیٰ مقامات میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

(۱): چوہدری مسعود اختر صاحب USA

(۲): کیپٹن عبدالسلام صاحب برادرم یوسف خان صاحب USA

(۳): کارکن انجمن عابد علی، ساجد علی کی والدہ محترمہ

(۴): کارکن انجمن ملک ظفر اللہ صاحب کے بیٹے

(۵): خیر النساء یوسف صاحبہ (آسٹریلیا)

(۶): حضرت امیر ایدہ اللہ کی بھابی کی خالہ USA

☆☆☆☆

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ایک اعجازی نشان

از: مولانا مرتضیٰ حسن مرحوم ومغفور

اِک واقعہ عجیب بتاتا ہوں مَیں تمہیں
اِک معجزہ ہے جو سناتا ہوں مَیں تمہیں

مشہور ہے جہاں میں محمد علیؒ کا نام
اس محرمِ رموزِ خفی و جلی کا نام

تھا جو عمل میں عِلم میں یکتائے روزگار
جس کو خدا نے خوبیاں بخشی تھیں بے شمار

بے مثل و بے نظیر مفسّر قرآن کا
ممتاز اِک مرید مسیح الزماںؑ کا

اِک دن تپ شدید سے وہ مردِ باخدا
بیمار سخت ہوگیا اللہ کی رضا

پھیلی ہوئی تھی ان دِنوں طاعون کی وَبا
طاعون کیا تھی گویا اجل کا پیام تھا

سمجھا کہ ہورہا ہوں مَیں طاعون کا شکار
بچنے کی اَب نہیں کوئی امید زینہار

بیتاب دل تھا کرب تھا اور اضطراب تھا
رگ رگ میں اس کی گویا تھا نشتر چُبھا ہوا

جب زندگی سے اپنی وہ مایوس ہوگیا
بُلوا کے دوستوں کو وصیّت بھی دی لکھا

جاکر کسی نے حضرت اقدسؑ کو دی خبر
اے حسرت! اَب ہے حالتِ بیمار خستہ تر

چہرہ پہ اس کے یاس کے آثار ہیں عیاں
گویا وہ ہونے والا ہے سُوئے عدم رواں

نزدِ مریض جلد مسیحِ زماں گئے
اور یوں لسانِ صدق سے گوہر فشاں ہوئے

میرے حبیب کیوں تجھے اتنی ہے بے کلی
طاعون تجھ کو چھو سکے ممکن نہیں کبھی

محفوظ ہے جو دار میں میرے مقیم ہے
ایسا ہی مجھ سے وعدہ رب رحیم ہے

طاعون ہو اگر تجھے اے مردِ نیک نام
جھوٹا ہے میرا سلسلہ جھوٹا مرا کلام

کہہ کر یہ ہاتھ نبض پہ رکھا امام نے
اس مردِ برگزیدہ علیہ السلام نے

رکھتے ہی ہاتھ نبض پہ تپ دُور ہوگیا
یہ معجزہ مسیح کا مشہور ہوگیا